

# احسن البقال



## فی کراہیہ صیام ستہ شوال

(شوال کے چودھروں کے گروہوں کی تحقیق)

تصنیف

محمد زروالی خان عفا اللہ تعالیٰ عنہ

موسس و نائیب صدر مجلس احسن العلوم

و خادم الحرمین و ملائقہ و نائب رئیس یاسرہ الجامعہ الاحسن

علاقہ کھنکھن اقبال قلم نبیرہ گرائی پاکستان

شائع کردہ: شہزادہ شہزادہ

جامعہ عربیہ احسن العلوم

فکشن اقبال بلاک نمبر ۱ گرائی پوسٹ بکس نمبر: 17656

ٹیلی فون نمبر: 4818210

# احسن المقال

## فی کراہیۃ صیام ستہ شوال

(شوال کے چھ روزوں کے مکروہ ہونے کی تحقیق)

تصنیف

محمد زرولی خان عفا اللہ تعالیٰ عنہ

موسس و رئیس الجامعۃ العربیۃ احسن العلوم

و خادم الحدیث والافتاء بمجاہد الخطیب بالمسجد الجامع الاحسن

کلشن اقبال رقم نمبر ۲ کراچی پاکستان

شائع کردہ: شعبہ نشر و اشاعت

جامعہ عربیہ احسن العلوم

کلشن اقبال بلاک نمبر ۲ کراچی بکس نمبر ۱۷۶۵۶

(اس کتاب کی اشاعت کی ہر خاص و عام کو اجازت ہے)

طباعت اول ..... ۱۴۲۱ھ

طباعت دوم ..... ۱۴۲۳ھ

تعداد ..... ایک ہزار

شائع کردہ: شعبہ نشر و اشاعت

جامعہ عربیہ احسن العلوم

گلشن اقبال بلاک نمبر ۲ کراچی بکس نمبر ۱۷۶۵۶

## فہرست احسن المقال

نمبر شمار

صفحہ نمبر

- (۱) مقدمہ اور تقریظات علماء کرام ..... ۱۶، ۱۷
- (۲) احسن المقال کی وجہ تالیف ..... ۲۴
- (۳) قائلین استحباب کے انداز دیانت ..... ۲۵
- (۴) ستہ شوال کی واردہ روایات کا نقد و جرح ..... ۲۶
- (۵) رواۃ کے احوال اور کلام ..... ۲۸، ۲۹
- (۶) ستہ شوال کی جملہ روایات متکلم فیہ ہیں ..... ۲۹
- (۷) صوم الدھر کے ساتھ تشبیہ اور فقہی وحدشی نظر ..... ۳۰
- (۸) قوی یہی ہے کہ ستہ شوال کی کوئی روایت بھی امام مالک کے نزدیک صحیح نہ تھی ..... ۳۲، ۳۱
- (۹) ابو بکر ابن العربی نے شرح ترمذی میں ستہ شوال رکھنے والے کو مستحق تادیب ٹھہرایا ہے ..... ۳۲
- (۱۰) معتبرات کے ہوتے ہوئے سطحی فضائل سے استحباب ثابت نہیں ہوتا مولا امام مالک اور عارضۃ الاحوذی کے حوالے سے ..... ۳۳



(۱۱) موطا امام مالک کی تشریح و توضیح علامہ ابن عبد البر کے

استدکار سے ..... ۳۲

(۱۲) عوام کو ان روزوں کے رکھنے سے اعتقادی

و عملی نقصان پہنچ سکتا ہے۔ محقق ابن الھمام کے فتح القدیر اور

قرطبی وغیرہ کے حوالے ..... ۳۴

(۱۳) چونکہ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ سے شوال کی کراہیت

پر متفق ہیں اسلئے دوسرے اقوال قابل اعتماد نہیں ہیں .. ۳۴

(۱۴) حضرت امام ابو حنیفہؒ سے سے شوال کی کراہیت متواتر

ہے۔ معتبر کتب فقہ کے حوالہ جات ..... ۳۴

(۱۵) محققین نے حضرت امام ابو حنیفہؒ سے مطلق

کراہت نقل فرمائی ہے۔ چنانچہ ”افصاح“ فتاویٰ تاتار خانیہ

فتح القدیر، عالمگیری، مسوئی شرح موطا وغیرہ کے حوالے ۳۶، ۳۵

(۱۶) فقہاء نے تصریح کی ہے کہ علماء عوام کو ان روزوں

کے رکھنے سے منع کریں۔ فتاویٰ تاتار خان کا حوالہ ..... ۳۵

(۱۷) اس بات کی مزید وضاحت کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ سے

کراہیت ہی منقول ہے ..... ۳۶

(۱۸) کلمۃ لاباس کی کچھ تحقیق ..... ۳۶

(۱۹) صرف روایت میں آنا عمل کے لئے کافی نہیں ہے

جب تک فقہاء اس کو قبول نہ فرمائیں ..... ۳۶

(۲۰) اعلاء السنن اور معارف السنن کی عبارات کی توضیح ..... ۴۱

(۲۱) کراہیت مطلقہ کا انکار اور استحباب پر اصرار قاسم ابن

قطلو بغا اور ابن عابدینؒ کا تفرقہ ہے ..... ۵۰، ۴۹

(۲۲) کسی حنفی عالم کا یہ لکھنا کہ امام مالکؒ اور موطا ہمارے لئے

کافی نہیں ہے باعث تاسف ہے ..... ۶۰

(۲۳) دس وجوہ فقہی اور حدیثی سے سے شوال کے ترک کا

اولیٰ ہونا ..... ۳۸، ۳۷

(۲۴) فقہاء کا فیصلہ ہے کہ بدعت سے بچنے کے لئے مستحب

یا سنن زوائد کا ترک ضروری ہے ..... ۶۶

(۲۵) حضرات امامان ابو حنیفہؒ و مالکؒ کے انکار کے بعد ان

روزوں کا استحباب نہ رہا۔ علماء کو دعوت فکر ..... ۳۹

(۲۶) مفصل بحث کے امام ابو حنیفہؒ کے مقابلے میں امام

ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے اقوال مذہب نہیں ہوتے .... ۳۹

(۲۷) مشائخ کے اقوال امام کے مقابلے میں حجت نہیں ہوتے .. ۴۵

(۲۸) اعلاء السنن و معارف کے بارے میں مزید وضاحت ..... ۶۳، ۶۲

(۲۹) صاحب اعلاء اور معارف دونوں بزرگوں نے

حضرت امام صاحب سے کراہت تسلیم فرمائی ہے ..... ۶۳، ۶۲

(۳۰) جن حضرات نے استحباب کا قول کیا ہے وہ قاسم

ابن قطلوبغا کی تحریر الاقوال سے متاثر ہونے کی وجہ سے ہے ۳۷  
(۳۱) ستہ شوال کی روایت صحیح مسلم، نسائی، ابن ماجہ وغیرہ کے

حوالے سے اور اس پر نقد و جرح ..... ۵۵  
(۳۲) اوجز المسالك کے مفصل حوالے ..... ۴۴

(۳۳) اس بات کی وضاحت کے مالکیہ و حنفیہ کا اصل

مذہب کراہت کا ہے۔ استحباب کا قول بعد کے لوگوں کا ہے ۴۸، ۴۷  
(۳۴) فتویٰ ہمیشہ کراہت ہی کا رہا ہے۔ ”الفضیاء المعنوی شرح

مقدمۃ الغزنوی“ کا حوالہ ..... ۴۵  
(۳۵) علماء اور اولیاء کا ستہ شوال کی کراہت پر تقریباً اتفاق ہے

فتوحات مکیہ اور رسائل الارکان کے حوالے ..... ۴۶  
(۳۶) ناقدین کے ہاں ستہ شوال کی روایات متروک و منکر ہیں

فتوحات مکیہ وغیرہ کے حوالے ..... ۴۶  
(۳۷) اس بات کی وضاحت کہ ایک روایت کبھی سند صحیح

ہوتی ہے لیکن دیگر غوامض کی وجہ سے مجتہدان کو رد کر دیتا ہے  
تفسیر قرطبی وغیرہ کے حوالے ..... ۳۳

(۳۸) حضرت امام مالکؒ کسی ایسی روایت کو قابل عمل نہیں سمجھتے

تھے جس پر صحابہ و تابعین یعنی اہل مدینہ کا عمل نہ رہا ہو ... ۴۷

(۳۹) حضرت امام مالکؒ کے انکار کی وجہ اُن کے زمانے تک

صحابہ و تابعین کا عمل نہ ہونا ہے ..... ۴۷  
(۴۰) اس بات کی مزید وضاحت کے ستہ شوال کی جملہ روایات

قرون اولیٰ میں متروک و منکر ہو چکی ہیں ..... ۴۸  
(۴۱) حضرت امام ابو حنیفہؒ سے کراہت متواتر ہے مفصل

حوالہ جات ..... ۴۸  
(۴۲) ان روزوں کے استحباب کو اصل مذہب کہنے والوں کا رد .. ۳۵

(۴۳) درمختار اور تنویر الابصار کا سقم اور علامہ طحاوی کی تصحیح ... ۴۹  
(۴۴) علامہ ابن عابدینؒ عظیم فقیہ ہونے کے باوجود کبھی

فقہی تسامح کے شکار ثابت ہوئے ..... ۴۹  
(۴۵) علامہ قاسم ابن قطلوبغا کی تحریر الاقوال پر تبصرہ اور یہ کے

علامہ تباتنی کا قول زیادہ قوی اور صحیح معلوم ہوتا ہے ..... ۴۹  
(۴۶) ضروری وضاحت: علامہ قاسم ابن قطلوبغا نے اپنے

استاد محقق ابن ہمامؒ کے بارے میں فرمایا کہ وہ مذہب اہل حدیث  
کی طرف جنوح کرتے تھے مگر علامہ قاسم خود اس کے مرتکب

پائے گئے مفصل بحث ..... ۵۰  
(۴۷) مزید وضاحت کے فتویٰ اور مذہب امام کا قول ہی ہو گا۔

آداب الافقاء اور دیگر معتبرات کے حوالہ جات ..... ۵۰



(۴۸) مزید تشریح و توضیح کہ مذہب حنفی امام ابو حنیفہؒ کے قول

اور اجتہاد کا نام ہے ..... ۵۱

(۴۹) امام کے قول کو چھوڑ کر بناء بر قول بعض مشائخ استجاب

کا قول کرنا جائز نہیں ہے ..... ۵۲

(۵۰) مزید فقہی ایضات اور افتاء کے آداب ..... ۵۶

(۵۱) ستہ شوال کے ترک پر ہمارے آئمہ ثلاثہ کا اتفاق ہے .... ۵۷

(۵۲) آئمہ ثلاثہ کے اتفاق کے بعد مشائخ کے قول کا اعتبار

نہیں رہتا ..... ۵۷

(۵۳) مزید فقہی فوائد اور نتائج ..... ۵۱

(۵۴) مخالف تحریر کا علمی جائزہ اور اُن کی دیانت علمی کی تحقیق ..... ۵۵

(۵۵) کئی وجوہ سے صیام ستہ شوال کی کراہیت کا اثبات

اور فقہی مباحث ..... ۵۰

(۵۶) مخالف تحریر کا مفصل رد ..... ۶۱، ۶۰

(۵۷) کلمۃ لا باس کا اصل وضع ”خلاف اولیٰ“ کے لئے ہے

مفصل بحث ..... ۳۶

(۵۸) اس بات کی وضاحت کہ مخالف تحریر میں فتح القدیر

و عالمگیری کی عبارت نقل کرنے میں خیانت سے کام لیا گیا ہے

..... ۵۸

(۵۹) محقق ابن الہمام نے مشاہدہ پیش کیا ہے کہ شوال کے

چھ روزہ رکھنے والوں کا اعتقاد خراب ہو چکا ہے ..... ۵۸

(۶۰) امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ جیسے اکابر امت کے مقابلے میں

کسی روایت یا صحت سند کو دین سمجھنا، دین سے ناواقفیت

کی علامت ہے ..... ۶۰

(۶۱) امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کے انکار کے بعد استجاب کو

جمہور کا قول کہنا مضحکہ خیز ہے ..... ۶۰

(۶۲) یہ کہنا کہ چونکہ ہم مالکی نہیں ہیں اس لئے موٹایا امام

مالکؒ کو نہیں مان سکتے نری جہالت اور ناواقفیت ہے ..... ۶۰

(۶۳) اس سلسلے میں مزید وضاحت ..... ۶۱

(۶۴) مخالف تحریر میں ابن عبد البر کے استدکار کی عبارات

دیانتداری سے نقل نہیں کی گئی ..... ۶۲

(۶۵) مخالف تحریر میں اعلیٰ السنن کی عبارت نقل کرنے

میں بددیانتی سے کام لیا گیا ..... ۶۲

(۶۶) مخالف تحریر میں معارف السنن کی عبارات سمجھنے کی کوشش

نہیں کی گئی ..... ۶۳

(۶۷) مخالف تحریر کا مزید رد اور ان کی علمی و تحریری

خیانتوں کا انکشاف ..... ۶۳، ۶۳

(۶۸) محدثین اور فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ دین کے

تحفظ کے لئے بعض مستحبات کا ترک باعث اجر و ثواب ہوتا ہے،

فتح الباری، عمدۃ القاری اور ارشاد الساری کے حوالے .... ۶۶

(۶۹) رسالہ کے مقاصد کا خلاصہ ..... ۶۵

☆☆☆☆☆.....☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

”أحسن المقال“

الحمد لله رب العالمين وصلى الله وسلم على رسوله الكريم  
ونبيه الامين وعلى آله واصحابه افضل الخلائق بعد النبيين ومن  
بهديهم اقتدى وبآثارهم اقتفى من المفسرين والمحدثين وفقهاء  
الدين. اما بعد!

علماء امت محمدیہ جو دین اسلام کے راہنمایان اور آنحضرت ﷺ اور  
حضرات انبیاء کے وارثین اور جانشین ہیں ان کے مناصب شریفہ میں سے  
اہم اور محکم منصب احقاق حق اور ابطال باطل ہے اور اس فریضہ کی ادائیگی  
کے لئے انہیں ہمہ زندگی حدود شرع کا تحفظ اور اس کا دفاع کرنا پڑتا ہے۔ ان  
العلماء ورثة الانبیاء کا منصب ملنے کے بعد لا یخافون فی اللہ لومة لائم  
کے افتخار کے ساتھ وہ یہ فرائض منصبی ادا فرماتے ہیں۔ اس آفاقی دین اور  
گہمگیر شرائع کا خلاصہ دو اساسی مرحلوں میں سامنے آتا ہے عقیدہ کے لئے



توحید جس کے لئے ہر قسم کے شرک کی نئی کرنی پڑتی ہے۔ اور سنت جس کے لئے رسوم فاسدہ اور بدعات و محدثات کا رد کرنا پڑتا ہے یہی وہ دو کٹھن میادین ہیں جن میں آکر اہلیان حق اور اہلیان باطل کا فرق واضح ہو جاتا ہے۔ حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، کے جملہ اقدامات چار دانگ عالم میں خواہ وہ جہاد کی شکل میں یا دعوت الی اللہ کی شکل میں ہوں انہیں دو حقیقتوں سے وابستہ رہے ہیں۔ حضرات تابعین و اتباعہم اور مجتہدین کرام اور محدثین عظام کی تمام کاوشوں کی روح الروح یہی ہے چنانچہ وقت کے اہل باطل جیسے خوارج، معتزلہ، مرجیہ، جہمیہ، قدریہ اور کرامیہ وغیرہ سے وہ انہی مسائل میں نبرد آزما رہے ہیں۔ اُن کے بعد بھی الیٰیٰ یومنا هذا علماء اور اولیاء تحفظ دین کے لئے انہیں اصول اسلام پر کاربند رہے ہیں چنانچہ جہاں عقائد و اعمال کے باب میں انہیں محسوس ہوا کہ اس عمل کے ارتکاب سے کسی درجہ میں بھی کوئی بدعت پیدا ہو سکتی ہے تو انہوں نے اسے روکنے کی کوشش فرمائی چنانچہ شیخ الصحابہ عبد اللہ بن عمرؓ صلوٰۃ ضحیٰ کو بدعت فرماتے تھے اور اس سے منع کرتے تھے ملاحظہ ہو ”فاذا عبد اللہ بن عمر جالس الی حجرۃ عائشہؓ واذا اناس یصلون فی المسجد صلوٰۃ الضحیٰ قال فسألناہ عن صلوتہم فقال بدعة۔“ (بخاری ج ۱ ص ۲۳۸) حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ میں اور عروۃ مسجد میں داخل ہوئے عبد اللہ بن عمرؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گھر کی طرف بیٹھے ہوئے تھے جبکہ کچھ لوگ مسجد

نبوی ﷺ میں چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے ہم نے حضرت ابن عمرؓ سے ان کی اس طرح کی نماز کا پوچھا تو فرمایا کہ یہ بدعت ہے۔ باوجود اس کے کہ صلوٰۃ ضحیٰ کا ثبوت قولی اور فعلی روایات میں موجود ہے لیکن ابن عمرؓ نے اس اہتمام یا کیفیت خاصہ یا حیثیت فی المسجد وغیرہ کما ذکرہا المحدثون کو دیکھ کر سرے سے عمل کو بدعت قرار دے دیا معلوم ہوا کہ نفس روایت کا وارد ہونا ہمیشہ کے عمل کے لئے کافی نہیں ہے۔ بلکہ بینات اور کیفیات محدثہ کی وجہ سے بھی منع کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ جامع ترمذی میں ہے کہ عبد اللہ بن مغفلؓ نے اپنے بیٹے کو نماز میں زور سے بسم اللہ پڑھنے سے منع فرماتے ہوئے اسے بدعت کہا حالانکہ علماء جانتے ہیں کہ نفس ثبوت روایات میں موجود ہے چنانچہ ملاحظہ ہو عن ابن عبد اللہ بن مغفل قال سمعی ابی وانا فی الصلوٰۃ اقول بسم اللہ الرحمن الرحیم فقال لی ای بنی محدث ایاک والحدث قال ولم أری احدا من اصحاب رسول اللہ ﷺ کان ابغض الیہم الحدث فی الاسلام یعنی منہ۔ (ترمذی ج ۱ ص ۵۷) چنانچہ فقہاء کرام نے اس سے اصول مستنبط فرمائے ہیں کہ نفس سنت اور استحباب کو بھی اپنی حد میں رکھنے تک وہ سنت یا استحباب اور عبادت رہے گی جہاں تجاوز ہو ایما التزام اور دوام کے نظریات پیدا ہوئے وہ سنت اور مستحب نہیں رہا چنانچہ بعض سورتوں کی قرأت باوجود نمازوں میں مروی ہونے کی جیسے جمعہ کی نماز فجر میں سورت بقرہ اور سورت دھر اور خود نماز جمعہ میں سورت



غاشیہ اور سورت اعلیٰ یا نماز وتر میں سورت اعلیٰ، سورۃ کافرون اور سورۃ اخلاص پڑھنا روایات میں وارد ہے اور اس کی سنیت مسلمہ ہے مگر بعض خطرات کی وجہ سے فقہاء نے اسے کبھی ترک کرنے کی تاکید بھی فرمائی ہے تاکہ ناواقف لوگ اسے ضروری نہ سمجھیں ملاحظہ ہو۔ (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۷۳، ۲۷۲۔ فتح القدیر ج ۱ ص ۲۹۳، ۲۹۴۔ البحر الرائق ج ۱ ص ۳۴۲، ۳۴۳۔ رد المحتار ج ۱ ص ۳۶۴، ۳۶۵)

بلکہ علامہ ابن عابدین شامیؒ فرماتے ہیں کہ متعدد کتب فقہ میں وارد ہے کہ بدعت سے بچنے کے لئے سنت کا ترک ضروری ہے۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۵۰۶، ۴۳۱)

بلکہ اس قسم کے مواقع پر ایسے اعمال کا ترک کرنا زیادہ باعث اجر و ثواب ہوتا ہے۔ جیسے نفل باجماعت کی کراہت اور بدعت ہونے پر کلام کرتے ہوئے علامہ ابن عابدین لکھتے ہیں۔ فلو ترك امثال هذه الصلوات تارك ليعلم الناس انه ليس من الشعار فحسن۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۴۷۶) جیسا کہ آگے چل کر اس کی مزید تفصیل آنے والی ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ حضرت امام مالکؒ نے شوال کے چھ روزوں کو مکروہ اور بدعت ارشاد فرمایا ہے اور علماء امت کو تاکید فرمائی کہ وہ عوام کو اس سے منع فرمائیں۔ جیسا کہ موطا میں موجود ہے اور مفصل آ رہا ہے۔ اور امام اعظم ابو حنیفہؒ سے علی التحقیق ان روزوں کی کراہت مردی ہے جسے ہم ’فصل

ثابت کر رہے ہیں۔ گو متاخرین حنفیہ میں سے بعض حضرات کا میلان یا ترجیح ان روزوں کے استحباب کی طرف ہے یہ تاثر کب سے پیدا ہوا اور اس کی شرعی حیثیت کیا ہے اس قسم کے اباحت پر ہمارا یہ رسالہ احسن المقال حق تعالیٰ شانہ کے فضل سے مشتمل ہے۔ مجھے امید ہے کہ اگر حضرات علم نے توجہ اور انصاف سے مطالعہ فرمایا تو ان شاء اللہ تعالیٰ وہ اس باب میں اسے بصیرت افروز پائیں گے اس سلسلے میں بعض حضرات کے فتاویٰ اور تحریرات بھی پیش نظر ہیں جن میں ان روزوں کے استحباب کو اصل مذہب ظاہر فرمایا ہے لیکن تحقیق سے واضح ہوا کہ مذہب وہی ہے جو امام مالک اور خود امام اعظمؒ سے مروی ہے اس باب میں ہمارے ایک اور رسالہ ”احسن الاعلام بان الفتویٰ مطلقاً علی مذہب الامام“ ان شاء اللہ تعالیٰ ”احسن المقال“ کے بعد مستقل شائع ہوگا۔ زیر نظر رسالہ میں ہمیں مشائخ کرام کے قول استحباب سے اتفاق نہ ہو سکا۔ اور حضرت امام صاحبؒ کا قول کراہیت ہم رائج اور مذہب حنفی سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اس موضوع پر یہ رسالہ ترتیب دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ اسے مجھ عاجز کے لئے اور دیگر متلاشیان حق کے لئے اسے راہنما ثابت فرمائے۔

$$\frac{1}{\sqrt{1-\beta^2}} = \gamma$$



Department of Health  
 Bureau of Health Services  
 Division of Health Planning and Statistics

منقول من كتاب: الشيخ محمد بن عبد الوهاب، ص ١٠٠.

۲۰ شوال ۱۲۸۵

**Author's Address:**  
Johannes Wimmer, Technical University, Department of Social  
Psychology, 8000 Graz Austria; E-mail: johannes.wimmer@uni-graz.at

[illegible]

محمد حسن جانی

10

## قاری مفتاح اللہ عفا اللہ عنہ

خطیب جامع مسجد گلشن عمر۔ فیڈرل بی ایریا بلاک نمبر ۲۰

دورس جامعہ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی نمبر ۵

تمیز و تامل

دارالافتاء  
بیت العلوم اسلامیہ  
کراچی

دارالافتاء  
بیت العلوم اسلامیہ  
کراچی

الحمد لله رب العلمین وصلى الله وسلم على رسوله الكريم

وعلى آله واصحابه اجمعين اما بعد!

صیام ستہ شوال کے بارے میں قرون اولیٰ سے اختلاف چلا آ رہا ہے۔ صحیح البخاری کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں اس کی روایات وارد ہیں جبکہ حضرت امام مالکؒ جو مالک الرجال والا سناہد کہلاتے ہیں، انہوں نے موطا میں اس کا صاف اور صریح انکار فرمایا ہے ہمارے امام اعظم حضرت امام ابو حنیفہؒ سے بھی محققین نے کراحت نقل فرمائی ہے۔ جیسا کہ البحر الرائق، جامع الرموز، فتاویٰ تاتار خان، فتاویٰ ہندیہ وغیرہ میں ہے بلکہ محقق ابن الہمامؒ نے صوم شک کے مکروہ روزوں میں سے ان کو شمار کر کے مفصل کلام فرمایا ہے۔ خود انہی کتابوں میں بعض مشائخ متاخرین سے استنباب مروی ہے جس پر ہمارے زمانے میں جا بجا عمل ہو رہا ہے۔ ضرورت تھی کہ اس پر سیر حاصل کلام ہو جاتا تا کہ قول فیصل اور درست منہج کی تعیین ہو جاتی چنانچہ

ہمارے محترم مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب شیخ الحدیث جامعہ عربیہ احسن العلوم نے اس موضوع پر ”حسن المقال“ لکھ کر اس قسم کے اباحت کو نہایت تک پہنچانے کی سعی یلیغ فرمائی ہے۔ ماشاء اللہ رسالہ خوب ہے اولہ اور براہین سے مزین ہے

كالشمس في كبد السماء وضوءها

يغشى البلاد مشارقا ومغربا

كالنور في وسط السماء ونورها

يهدى إلى عينيك نورا ثاقبا

مولانا صاحب نے ایک طرف تو روایات پر سند و متن کلام کیا اور یہ ثابت کیا کہ حضرت امام مالکؒ اور امام اعظمؒ کا اختلاف برہان ساطع اور دلیل قوی پر مبنی تھا۔ دوسری طرف استنباب کے قائلین جو کہ بقول علامہ سید احمد طحاوی بعض متاخرین ہیں، اس کی تنقیح فرمائی اور فقہ اور افتاء کے وہ زرین اصول نقل کئے ہیں جن سے بڑی متانت کے ساتھ یہ فضا صاف اور سازگار ہوئی کہ اصل مذہب اور قوی بات وہی ہے جو امامان کبیران امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ سے منقول ہے۔ علماء کرام کو اس سلسلے میں حضرت مولانا مفتی صاحب مدظلہ کا شکر و امتنان بجالانا چاہئے کہ انہوں نے اس موضوع پر خاطر خواہ فقہی اور حدیثی مواد قوی موطن سے جمع فرمائے ہیں۔ علم و انصاف کے میزان میں یہ بات کم از کم اہل حق کی شان سے مستبعد ہوگی کہ



کسی ایک پہلو پر صرف اسلئے اصرار کیا جائے کہ کچھ عرصہ سے ہمارے ہاں اس کے فضائل پر عمل ہونے لگا ہے "احسن المقال" کے اہداف خود ہی اس کے اغراض صحیحہ اور مقاصد شریفہ کے لئے کافی ہیں مثلاً (۱) روایات پر سند اذمتنا مشیع اور منقح کلام (۲) حضرت امام ابو حنیفہؒ سے قول کراہیت کا ثبوت اور اس سلسلے میں مضبوط مراجع سے استفادہ اور تنقیح (۳) حضرت امام مالکؒ کے موطا کی عبارت کی تائید اور توثیح جو کہ رسالہ کے دیکھنے سے واضح ہے چنانچہ فائدہ بعد الوقوع کے طور پر ان متصوف یا بعض حضرات کے اس بارے میں تشدد اور اصرار والتزام کا خاطر خواہ رد یا ان اقدامات کی حدود شرعیہ کے اندر رہتے ہوئے اصلاح کا عظیم مداوا سامنے آچکا ہے۔ اس بارے میں اپنے ہی بعض حضرات کی طرف سے فتویٰ کی شکل میں جو تحریرات سامنے آئی ہیں، حضرت مفتی صاحب موصوف نے ان کا علمی جائزہ لیا ہے اور ان سے اس سلسلے میں سنگین نوعیت کی فروگزاشتوں کو بڑی قوت اور متانت کے ساتھ واضح فرمایا ہے۔ مثلاً پہلا فتویٰ جو اس سلسلے میں آیا ہے اس میں حضرت امام اعظمؒ کے قول کراہیت نقل کرنے سے پہلو تہی برتی گئی ہے۔ جو کہ علم و دیانت کے شایان شان نہیں ہے۔ اور پھر ایک مقلد اپنے مجتہد کے ساتھ ایسا روش برتے! حضرت مفتی صاحب نے اس پر بجا طور پر ناراضگی ظاہر فرمائی ہے۔ اسی طرح دوسرا فتویٰ جو صادر ہوا ہے اس میں طحاوی علی الدرج، ص ۷۰۷ سے قال الکلوہستانی سے عبارت نقل کی

گئی ہے جو استحباب کے لئے مفید تھی مگر علامہ طحاویؒ نے قال الکلوہستانی سے درمختار کی عبارت کی جو تصحیح فرمائی وہ نظر انداز کیا گیا ہے۔ نیز ختم بحث پر علامہ طحاویؒ کی یہ عبارت کہ "اذا عرفت هذا فما في المتن قول بعض المتأخرين" بھی نظر انداز کی گئی ہے اس قسم کی فروگزاشتوں پر تنبیہ کے لئے "احسن المقال" ان شاء اللہ تعالیٰ قول فیصل ثابت ہوگا۔ علاوہ انہیں علامہ ابن عابدینؒ نے رد المحتار میں جو تحقیق علامہ قاسم ابن قطلوبغا مرحوم کی نقل فرمائی ہے احسن المقال میں اسے جمہور فقہاء کے مقابلے میں تنہا ثابت کیا گیا ہے۔

اور بھی پیش بہا علمی مباحث ہیں جو ان شاء اللہ تعالیٰ اس مسئلہ کی تحقیق میں خاصے مفید ثابت ہوں گے میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولف مدظلہ کو جزائے خیر عطاء فرمائیں اور طالبان حق کو "احسن المقال" سے احسن ثمرات اٹھانے کی توفیق عطاء فرمائیں۔

وصلی اللہ وتعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین.

وانا احقر الناس

والا احقر الناس

قاری مشتاق اللہ

قاری مشتاق اللہ

۲۷ ذیقعدہ ۱۴۱۸ھ

مرکز جامعہ اسلامیہ لاہور

۱۰۰۰ سو روپے

۱۰۰۰ سو روپے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صحیح مسلم اور دیگر کتب صحاح اور حسان میں شوال کے چھ روزے مروی ہیں۔ جن کا ثواب کہیں عمر بھر (صیام الدھر) اور کہیں سال بھر کا ثواب مذکور ہے۔ کما فی سنن ابن ماجہ اور یہ احادیث سنداً و محتاجاً مشکلم فیہ ہیں جیسا کہ آگے چل کر ان شاء اللہ تعالیٰ ہم اس کا مفصل جائزہ پیش کرتے ہیں۔ امامان جلیلان امام اہل مدینہ حضرت امام مالکؒ سے موطن میں صراحتاً ان روزوں کا انکار اور اس کے ارتکاب کو بدعت فرمانا منقول ہے اسی طرح الامام الاعظم امام ہذہ الامۃ حضرت ابو حنیفہؒ سے بھی معتبر فتاویٰ اور کتب مذہب میں کراہت منقول ہے جس کا تفصیلی جائزہ ہم ان سطور میں ان شاء اللہ تعالیٰ پیش کریں گے۔ بعض حضرات روایات کو اصح فی الباب اور امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے انکار یا قول بالکراہیہ کو غیر مختار اور ناپسندیدہ کہتے ہیں جبکہ یہ دونوں باتیں عقلاً و نقلاً درست نہیں ہیں اس سلسلے میں ہمارے دارالافتاء کا ایک مختصر اور انتہائی بامعنی فتویٰ شائع ہوا ہے جس کے جواب میں قرب و جوار کی بعض تحریرات دیکھنے میں آئیں ان تحریرات کو دیکھنے سے

تین باتیں سمجھ میں آئیں۔ (۱) پہلی بات یہ کہ حدیث کے صحیح یا ضعیف کی ضروری اور اہم بحث سے عدا پہلو تہی برتی گئی ہے جو اس مسئلہ کا اصل اساس ہے۔ (۲) ثانیاً۔ امام مالکؒ کا انکار اور امام اعظم ابو حنیفہؒ کا قول بالکراہیہ ساقط نقول اور محدود الوجود کتب کے ذریعے رد کیا گیا ہے۔ جو آداب علم کے منافی ہے۔ (۳) ثالثاً۔ ہمیں یہ الزام دیا گیا کہ ہم نے بعض عبارتیں بناء بر دیانت، پوری نقل نہیں کیں جبکہ بفضل اللہ تعالیٰ ہمارے فتوے میں تمام تحریر بقید صفحہ و سطر موافق و مخالف اقوال دونوں موجود ہیں اور جوابی تحریر حدیث و فتاویٰ دونوں میں اصل مذہب جس کا بیان اور بعدہ اس پر عمل واجب ہوتا ہے اس کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ مثلاً حدیث ابن ماجہ نقل کئے بغیر صوم الدھر کا ترجمہ سال بھر سے کیا گیا ہے۔ فبالضیحة العلم والتحقیق۔

اور بار بار روایت ابی ایوب کو صحیح گردانا گیا ہے۔ جبکہ خود امام ترمذیؒ نے اس کو صحیح کے بجائے صرف حسن درجہ کا تسلیم کیا ہے۔ پھر فقہی وحدیثی جواب دینا تو ان کا شرعی اور علمی حق تھا۔ مگر تحریر میں اضطراب فی الحدیث اور بیان ضعیف سند اور نقل مذہب میں اس حقیقت کو نظر انداز کیا گیا کہ خود قرون اولیٰ میں اجلہ آئمہ اس قسم کی احادیث یا اس قسم کے صیام سے شوال کے سرے سے وجود ہی کے قائل نہیں ہیں زیر نظر تحریر میں ہم ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا مفصل مدلل جائزہ لے رہے ہیں۔ (واللہ الموفق لكل خیر وسعادة)



### المبحث فی احادیث صیام ستہ شوال:

صحیح مسلم کی روایت جس میں مذکور ہے ”من صام رمضان ثم اتبعه ستہ من شوال کان کصیام الدھر“ یہ روایت چونکہ سعد بن سعید بن قیس سے ہے اور وہ مشکلم فیہ ہے دیکھئے۔ (المختل العذب المورود لشرح سنن ابی داؤد ج ۱۰ ص ۱۹۱)

”لأن فیہ سعد بن سعید وفیہ مقال“ اس طرح مسند احمد، مسند بزار اور طبرانی کی روایت میں عمر بن ثابت ہے اور وہ ضعیف ہے۔ اسی طرح ابو ہریرہ کی روایت اس میں بھی وفیہ من لم یعرفہ کا کلام موجود ہے۔ ابن عباس اور جابر کی روایت میں یحییٰ بن سعید مازنی متروک ہے ابن عمر کی روایت طبرانی الاوسط میں مسلمہ بن علی الخو شینی اور وہ ضعیف ہے۔ بعض اسانید میں عبدالرحمن بن غنم ہے جو کہ مجہول ہے۔

مجمع الزوائد جزء نمبر ۳ ص ۱۸۷-۱۸۶۔ سعد بن سعید وہ صوم ستہ شوال کے مدار ہیں اور وہ ضعیف اور مشکلم فیہ ہیں چنانچہ علامہ ذہبی لکھتے ہیں ضعفہ، احمد بن حنبل و قال النسائی ليس بالقوى آنگے لکھتے ہیں۔ وقد أخرج له مسلم من حديث يحيى بن سعيد الأموي، عن سعد، عن عمر بن ثابت، عن أبي أيوب، حديث: صوم ست من شوال ومدار الحديث عليه. (ص ۱۲۰، ج ۲ میزان الاعتدال فی نقد الرجال) ستہ شوال کے راوی جو مدار ہیں اس پر مزید کلام ملاحظہ ہو: عبدالرحمن بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میں

نے والد سے سنا کہ وہ فرماتے ہیں کہ سعد بن سعید کی یادداشت نہیں تھی۔ ”اور جو سنتا آگے بڑھاتا“ ابن حبان نے بھی کتاب الثقات میں اسکو خطائیں کرنے والا لکھا ہے تہذیب الکمال فی اسماء الرجال (ج ۱۰ ص ۲۶۲) حافظ ابن حجر بھی ان پر مفصل کلام کر چکے ہیں۔ دیکھئے تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۷۰۔ صحیح مسلم میں یادگیر معتبر کتاب میں مشکلم فیہ راوی کا آنا تعجب انگیز نہیں ہے۔ چنانچہ تدریب میں ہے قال الحاكم و کتاب مسلم ملائ من الشيعة. (ص ۳۲۵، ج ۱) چونکہ بعض چیزیں خالص علماء کرام کے لئے اطلاعاً ذکر کی جاتی ہیں اس لئے ترجمہ کی ضرورت نہیں ہے۔

امام ترمذی نے بھی مدار الحدیث سعد بن سعید پر کلام کیا ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو وسعد ابن سعید هو! اخو يحيى بن سعيد الأنصاري، وقد تكلم بعض أهل الحديث في سعد بن سعيد من قبل حفظه. (جامع ترمذی ص ۱۵۹، ج ۱) باب ما جاء في صيام ستہ أيام من شوال۔

امام ابو جعفر طحاوی نے بھی سعد بن سعید کی وجہ سے صحت حدیث کا انکار کیا ہے اور فرمایا کہ محدثین بھی اس کی وجہ سے اس روایت سے اعراض کر چکے ہیں۔ قال ابو جعفر فكان هذا الحديث مما لم يكن بالقوى في قلوبنا من سعد بن سعيد مثله في الرواية عند أهل الحديث ومن رغبتهم عنه. (شرح مشکل الآثار ص ۱۷۷، ج ۳)

آگے کچھ طرق کے بارے میں امام ابو جعفر طحاوی نے کچھ اظہار رائے فرمایا ہے۔ مگر ان تمام روایات میں یا تو عمرو بن ثابت ہے جسے امام مالک

نے منکر اور غیر ثقہ اور ناقابل اعتماد کہا ہے جیسا کہ استذکار کے حوالہ سے آنے والا ہے یا ابن لھیع ہے جس کے بارے میں محدثین فرماتے ہیں احادیث ابن لھیع لسیت بتقیۃ فکن عنہا علی تقیۃ. متعلقات مقدمہ صحیح مسلم، جامع ترمذی ج ۱ ص ۸، معارف السنن ج ۱ ص ۹۲۔ یعنی ابن لھیع کی احادیث درست نہیں ہیں اس سے پرہیز ضروری ہے۔ واضح رہے کہ صیام اللہ ہر کی صحیح و صریح روایت میں ممانعت آئی ہے چنانچہ صحیح حدیث میں ہے۔ لا صیام من صام الابد لا صیام من صام الابد لا صیام من صام الابد. (صحیح مسلم ص ۳۶۶، ج ۱)

واضح رہے کہ ثواب کے لئے ہمیشہ ایسے اعمال اور اجور ذکر کئے جاتے ہیں جو شرعاً محمود ہوں جیسے جامع ترمذی میں ہے کہ جس نے فجر کی نماز جماعت سے پڑھی پھر بیٹھ کر ذکر کرتا رہا یہاں تک کہ سورج نکلا اور اس نے دور کعت پڑھیں تو اس کو حج اور عمرہ کا ثواب ملے گا۔ حج و عمرہ باعث اجر افعال ہیں۔ اس لئے وہ ثواب میں ذکر کئے گئے۔

یاد دوسری روایت جو معروف عند اصحاب السنن ہیں کما فی البخاری کہ سورۃ اخلاص تین مرتبہ پڑھنے سے ایک قرآن کا ثواب ملتا ہے۔ تو چونکہ قرآن کریم پورا کرنا باعث اجر عظیم ہے اسلئے بطور ثواب کے ذکر کیا گیا۔ صوم اللہ ہر صحیح اور صریح روایات میں منع فرمایا گیا ہے تو اس کے ساتھ تنبیہ بھی نکل نظر ہے۔ چنانچہ بعض محدثین نے اس نکتہ کو اٹھایا ہے۔ ”فلا دلیل فی هذا الحديث علی فضيلتها لان النبی ﷺ شبه صيامها

بصيام الدهر وهو مكروه.“ (ص ۱۱۲، ج ۳۔ المغنی لابن قدامة مرعاة الفایق شرح مشکوٰۃ المصابیح جزء ۵، ص ۵۷۹، ۲۔ رسائل الارکان ص ۲۲۶) اگرچہ محدثین نے اس اشکال کو پسند نہیں کیا ہے۔

امام الاولیاء والحمد للہین عبد الوہاب شعرانی ”صیام ستہ شوال پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ستہ شوال کو صوم اللہ ہر کا ثواب سمجھنا خالص تشدد ہے جب کہ حدیث معلول اور ضعیف ہے ”انه لم يصح عنده“ امام مالک کے نزدیک یہ صحیح نہ تھی۔ چنانچہ ”ان ترك تلك السنة اولی من فعلها لضعف حدیثها مع خوف وقوع الناس فی اعتقاد فرضيتها ولو علی طول سنين نظیر ما وقع لنصارى فی زیادة صومه.“ (المیزان الکبری ص ۲۷۷، ج ۲)

ابن رشد فرماتے ہیں کہ لم يصح عنده وهو الاظهر کہ امام مالک کے نزدیک ستہ شوال کی حدیث صحیح نہ تھی اور یہ بالکل واضح ہے۔ (بدلیۃ المجتہد ص ۲۲۵، ج ۱)

ابو بکر ابن العربی ”شرح ترمذی میں رقمطراز ہیں:

وصلۃ الصوم بأیام شوال مکروهۃ جدا لأن الناس قد صاروا یقولون شیع رمضان وکما لا یقدم له لا یشیع ومن صام رمضان وستۃ ایام من ایام الفطر له صوم الدهر قطعاً بالقرآن (من جاء بالحسنة فله عشر أمثالها) شهر بعشر وستۃ ایام بشهرین فهذا صوم الدهر کان من شوال



أو غيره وربما كان من غيره أفضل أو من أوسطه أفضل من  
أوله وهذا بين هو أحوى للشرعة وأذهب للبدعة ورأى  
ابن المبارك والشافعي أنها في أول الشهر ولست أراه ولو  
علمت من يصومها أول الشهر وملكت الأمر أدبته  
وشردت به لأن أهل الكتاب بمثل هذه الفعلة وأمثالها  
غبروا دينهم وأبدوا رهبانيتهم. عارضة الاحوذى بشرح  
صحيح الترمذى لامام الحافظ ابن العربى المالکى. (ج ۲ ص ۲۹۳)

رمضان شریف کے فوراً بعد شوال کے روزے رکھنا سخت مکروہ ہے  
چونکہ لوگ کہتے ہیں کہ رمضان کو چھوڑنے کے لئے روزے رکھو۔ اور جیسا  
رمضان کے شروع میں شعبان کے اخیر میں روزہ رکھنا منع ہے اسی طرح  
رمضان ختم ہونے کے بعد اور جو رمضان کے روزے رکھے تو وہ بھی منع  
ہے اور چھ ایام الفطر کے بعد رکھے اس کو قطعاً عمر بھر روزوں کا ثواب ملتا ہے۔  
کیونکہ ایک نیکی کا بدلہ دس گنا دیا جاتا ہے۔ مزید لکھتے ہیں کہ یہ ضروری  
نہیں کہ یہ شوال ہی میں رکھے جائیں بلکہ شوال کے بعد رکھنا زیادہ بہتر ہے۔  
یا اول کے بجائے اوسط میں رکھے جائیں اور یہ بالکل واضح ہے اور اس میں  
شریعت کی حفاظت ہے۔ اور بدعات ختم کرنے کا طریقہ ہے۔ امام ابن  
المبارک اور امام شافعی اول شہر سے رکھنے کے قائل ہیں مگر میں ایسا نہیں  
کہتا اور اگر مجھے پتہ چلا کہ شروع شوال سے کوئی یہ روزے رکھتا ہے اور مجھے

اختیار ہو تو میں ان کو عبرتناک سزا دے دیتا ایسا کہ دوسروں کے لئے نمونہ  
عبرت بن جاتا کیونکہ اہل کتاب نے ان جیسے افعال سے اپنے دین کو بدلا تھا  
اور ہمیشہ کے لئے بے دینی ڈالی تھی غور فرمایا جائے کہ امام ابو بکر ابن العربی  
ان روزوں کو دین کے لئے خطرہ اور بدعات کا پیش خیمہ اور باعث تادیب  
سمجھتے ہیں۔ کیا کسی مستحب سے جب اتنے خطرات پیدا ہوں تو خطرات کے  
ٹالنے کے لئے اور بدعات کے ابواب بند کرنے کے لئے اس سے امت کو  
بچانا ضروری ہے؟ یا اس کی نشر و اشاعت اور مساجد میں سطحی فضا کل اور اپنے  
امام کے اقوال سے ہٹ کر مذہب کی تردید کی جائے گی؟ خالی اللہ المشتکی۔

### موطاء امام مالک اور استاذ کار بابت ستہ شوال:

قال يحيى سمعت مالكا يقول في صيام ستة ايام  
بعد الفطر من رمضان انه لم ير احدا من اهل العلم والفقه  
يصومها ولم يبلغنى ذلك عن احد من السلف وان اهل  
العلم يكرهون ذلك ويخافون بدعته وان يلحق برمضان  
ما ليس منه اهل الجهالة والحقاء لو راوا فى ذلك رخصة  
عن اهل العلم وراوا هم يعملون ذلك. (موطاء امام مالک  
ص ۲۵۶)

علامہ ابن عبد البر نے امام مالک کے انکار عن صیام ستہ شوال پر کلام  
کرتے ہوئے فرمایا کہ حدیث انفراد بہ عمر بن ثابت یعنی عمر بن ثابت کا

تفرد ہے۔ ثانیاً یہ بعض طرق میں بجائے مرفوع کے موقوف ہے۔ ثالثاً: علامہ ابن عبد البر کی تمام تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ امام مالکؒ نے احادیث اور فضائل کا انکار نہیں فرمایا ہے بلکہ امام مالکؒ کے انکار کی وجہ جاہل وہمت و حرم لوگوں کا غلو ہے کہ کہیں اس کے ساتھ فرائض رمضان کا برتاؤ نہ کریں۔ امام مالکؒ کو یہ روایت یقیناً معلوم تھی البتہ یہ ان کے ہاں قابل اعتبار نہ تھی بوجہ ”عمر بن ثابت“ کے علامہ ابن عبد البر کی پوری عبارت ملاحظہ ہو۔

”وَمَالِكٌ لَا يَجْهَلُ شَيْئًا مِنْ هَذَا، وَلَمْ يَكْرِهْ مِنْ ذَلِكَ إِلَّا مَا خَافَهُ عَلَى أَهْلِ الْجَهْلَةِ وَالْجَفَاءِ إِذَا اسْتَمَرَ ذَلِكَ، وَخَشِيَ أَنْ يَعْدُوهُ مِنْ فَرَائِضِ الصِّيَامِ مضافاً إِلَى رَمَضَانَ، وَمَا أَظُنُّ مَالِكًا جَهِلَ الْحَدِيثِ، وَاللَّهِ أَعْلَمُ، لِأَنَّهُ حَدِيثٌ مَدْنِيٌّ انْفَرَدَ بِهِ عُمَرُ بْنُ ثَابِتٍ، وَقَدْ قِيلَ: إِنَّهُ رَوَى عَنْهُ مَالِكٌ وَلَوْ لَا عَلِمَهُ بِهِ مَا أَنْكَرَهُ وَأَظُنُّ الشَّيْخَ عُمَرَ بْنَ ثَابِتٍ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ مِمَّنْ يَعْتَمِدُ عَلَيْهِ. وَقَدْ تَرَكَ مَالِكٌ الْاِحْتِجَاجَ بِبَعْضِ مَا رَوَاهُ عَنْ بَعْضِ شُيُوخِهِ إِذَا لَمْ يَثْبُقْ بِحِفْظِهِ بِبَعْضِ مَا رَوَاهُ. (الاستدکار ص ۲۵۹ ج ۱۰)

حضرت امام مالکؒ کی تصریح کے مطابق یہ اندیشہ ہے کہ ناواقف لوگ اس کو ضروری سمجھیں لہذا یہ بدعت اور واجب التکرار عمل ہے بعض لوگوں کا یہ خیال کہ عید الفطر سے فصل ہونے کے بعد یہ خدشہ جاتا رہا ناقابل فہم ہے۔ کیونکہ امام مالکؒ تو تصریح فرماتے ہیں کہ ”بعد الفطر“ یعنی

یوم الفطر کے بعد بھی اگر اس کو ضروری اور لازم سمجھیں تو یہ بدعت اور ناجائز ہے محقق ابن حاتمؒ نے فتح القدیر میں یہی لکھا ہے۔ وجہ الکراہۃ انہ قد یفرضی الی اعتقاد لزومها من العوام لکثرت المداومة. یعنی ان روزوں کا ہمیشہ اہتمام عوام کی طرف سے لزوم کا اعتقاد ہے اور اس وجہ سے یہ مکروہ ہیں مزید لکھتے ہیں کہ ہم نے بعض لوگوں سے سنا کہ وہ کہتے ہیں کہ ہماری عید، عید الفطر نہیں ہے بلکہ ہماری عید بعد میں ہوگی۔ (چھ روزے رکھنے کے بعد) فتح القدیر ص ۲۷۲، ج ۲

مشہور زمانہ محقق فقہیہ اور مفسر اور تحریر محدث فرید عبد العزیز الجندی امام قرطبیؒ کے فوائد میں لکھتے ہیں۔ قد وقع ما خافه حتى أنه، كان في بعض بلاد خراسان قومون لسحورها على عادتهم في رمضان. یعنی امام مالکؒ کا سہ شوال کے عمل کے خوف بجا تھا چنانچہ خراسان کے بعض علاقوں میں لوگ رمضان شریف کی طرح اس کے لئے سحری کا اہتمام کرتے ہیں۔

(جامع الاحکام الفقہیہ لامام القرطبی من تفسیرہ، ج ۱، ص ۳۶۸، ۳۶۷)

امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ کا متفق ہونا بہت وقیع بات ہے: امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ کا کسی مسئلہ پر متفق ہونا اہل علم کے ہاں بہت بڑی سند اور حجت ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے آئمہ اور مجتہدین کے اقوال ان کے مقابلے میں ناقابل قبول ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ



دو علم دین کے سمندر ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ اہل مشرق کے لئے اور امام مالکؒ اہل مغرب کے لئے۔ لہذا ان کے سامنے دوسرے مشائخ اور ان کے اقوال کی کوئی حیثیت نہیں "إنما كانا بحرین: أبو حنیفہ لأهل المشرق، ومالك لأهل المغرب أفترکہما ونشتغل بالساقية" (الجامع لأحكام القرآن ج ۲۱، ص ۳۴ للقرطبي)

### صیام ستہ شوال والامام ابو حنیفہؒ:

☆ حضرت امام ابو حنیفہؒ سے کتب فقہ - اور فتاویٰ معتبرہ میں ستہ شوال کی کراہت متواتر منقول ہے۔ چنانچہ جامع الرموز میں ایام منہی عنہا میں سے منہاست شوال فان الصوم فیہا یکرہ مطلقاً عندہ۔ آگے امام ابو یوسفؒ امام حسن مشائخ متاخرین اور علامہ حلوانیؒ وغیرہ کے اقوال موجود ہیں۔ لیکن مذہب قول امام ہوتا ہے کافی النہر، جامع الرموز ج ۱، ص ۳۷۲۔

☆ ابن نجیمؒ نے بھی ومنہ ایضاً صوم ستہ من شوال عند ابی حنیفہؒ متفرقاً کان او متتابعاً۔ (المحرر الرائق ج ۲، ۲۵۸)

☆ حندیہ میں ہے ویکرہ صوم ستہ من شوال عند ابی حنیفہؒ متفرقاً کان او متتابعاً۔ (عالمگیری ج ۱ ص ۲۰۱)

☆ واما صوم ستہ بعد الفطر متتابعہ منہم من یکرہ ذلك۔ (قاضی خان علی الہندیہ ج ۱ ص ۲۰۶)

☆ الافصاح میں بھی وزیر ابن ہشیرہ نے لکھا ہے۔ کہ ابو حنیفہؒ ومالك فی قولہما یکرہ ذلك ولا یستحب۔ (الافصاح ج ۱، ص ۲۵۲)

☆ شاہ ولی اللہؒ نے بھی امام صاحب کا مذہب مطلقاً کراہت کا لکھا ہے۔ وکرہ ابو حنیفہؒ متفرقاً کان او متتابعاً۔ (المسوی شرح الموطا ص ۳۰۸)

☆ فتاویٰ تاتار خان میں بھی امام ابو حنیفہؒ سے مطلقاً کراہت منقول ہے۔ صوم ستہ من شوال مکرہ عند ابی حنیفہؒ متفرقاً کان او متتابعاً۔ (فتاویٰ تاتار خانیہ ج ۲، ص ۳۸۸)

☆ تاتار خانیہ میں یہ بھی ہے۔ ومن المشائخ من قال ینہی للعالم أن یصوم سراً وینہی الجہال عنہ۔ (ج ۲، ص ۳۸۸)

☆ محقق ابن ہمامؒ کی تحقیق: صوم ستہ من شوال عن ابی حنیفہؒ وأبی یوسفؒ کراہة وعامة المشائخ لم یروا بہ باساً واختلفوا فقیل الافضل وصلها بیوم الفطر وقیل بل تفريقها فی الشهر وجہ الحواز أنه قد وقع الفصل بیوم الفطر فلم یلزم التشبه باهل الكتاب وجہ الکراہة أنه قد یفرض الی اعتقاد لزومها من العوام بکثرة المداومة ولذا سمعنا من یقول یوم الفطر نحن الی الآن لم یأت عیدنا او نحوه فاما عند الامن من ذلك فلا بأس لورود الحدیث بہ۔ (ص ۲۷۲) فتح القدیر مع الکفایہ۔ (ج ۲)

☆ امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں امام مالکؒ اور ابو حنیفہؒ کا مذہب مطلقاً

کراہت کا نقل کیا ہے۔ (شرح صحیح مسلم ج ۱، ص ۳۶۹)

چنانچہ امام نوویؒ نے مجموعہ شرح مہذب میں بھی یہی لکھا ہے۔

وقال مالك وأبو حنيفة بكرة صومها. (المجموع شرح المہذب ج ۲ ص

۳۷۹)

تبیین کے حواشی میں منقول ہے۔ صوم ستة من شوال عن أبي حنيفة

وابی يوسف كراهة وعامة المشائخ لم يروا به بأسا تبیین

الحقائق. (ج ۱، ص ۳۳۲)

☆ المبحث فی کلمة لا بأس: لا بأس. (الخ) والمشهور فی

هذه العبارة كونه لما خلافة اولی. (فتح القدیر ج ۱، ص ۳۸۴)

☆ فلا بأس به والاولی الأی فعل (حلی کبیر شرح منیة). (ص ۶۱۲)

واضح رہے کہ کلمہ لا بأس کا اصل وضع خلاف اولیٰ کے لئے ہے کیونکہ

خود علامہ شامیؒ نے تصریح کی ہے کہ لأن البأس شدة، فقہاء کرام کے

ہاں بھی کلمہ لا بأس خلاف اولیٰ کے لئے آیا ہے۔ موطن استنباب کے

لئے احیاناً اس کا استعمال علامہ ابن عابدینؒ کا تفرذ ہے۔ جیسا کہ حضرات

علم جانتے ہیں۔

صرف روایت میں آنا عمل کے لئے کافی نہیں ہے جب تک

فقہاء کرام نے اس پر عمل نہیں فرمایا ہو:

چنانچہ محقق ابن حاتمؒ فرماتے ہیں ”لم یعرف احد من الفقهاء

قالہ“ (فتح القدیر ج ۱، ص ۳۸۴)

حالانکہ ذکر بالجبر یا تکبیر برفع الصوت بعد الفراغ من الجماعة

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مروی ہے۔ مگر فقہاء کرام کے قبول نہ کرنے

کی وجہ سے یہ عمل ترک کرنے کے لائق ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالک

جیسے جلیل القدر آئمہ فقہ وحدیث نے جب سہ شوال کے روزوں کو منع یا

مکروہ فرمایا ہے تو جواز عمل یا اولیت عمل پر قرار نہ رہ سکی جو انی تحریر میں اسکو

بڑے شد و مد سے لکھا ہے۔ کہ مشائخ یا حضرات متاخرین یا ہمارے بعض اکابر

جیسا صاحب اعلاء، یا صاحب معارف السنن، اصح یا استنباب کا قول کر چکے

ہیں۔ تو اس کے کئی جوابات ہیں اذلا امام ابو حنیفہؒ سے نقل کراہت تقریباً

متواتر ہے۔ جبکہ مشائخ اول تو امام کے مقلد ہیں اور مجتہد کا قول مقلد کے

لئے چھوڑنا قلب موضوع اور خروج عن المذہب کے مترادف ہے ثانیاً

حضرات مشائخ نامعلوم ہیں کہ امام کے قول سے انحراف کب اور کس دلیل

سے رواد کھا گیا ثالثاً مشائخ نے بھی کہیں تو متفرقا اور کہیں فی کل اسبوع کا

جواز پیش کیا ہے۔ جبکہ یہ نہ تو حدیث مذکور سے مستفاد ہے اور نہ امام مذہب

سے اس کا کوئی اشارہ ملتا ہے۔ رابعاً یہ تاثر ظاہر بعض روایات مشائخ سے پیدا

ہو چکا ہو گا۔ اور چونکہ روایات مشکلم فیہ ہیں اسلئے مشائخ کا قول بظاہر غیر

محقق اور غیر مصحح ہے۔ خامساً یہ قاسم ابن قطلوبغا کے تحریر الاقوال سے متاثر

معلوم ہو رہے ہیں جبکہ تحریر الاقوال نادر الوجود ہے۔ اور علامہ شامیؒ خود

تشریح کر چکے ہیں کہ نادر الوجود کتب کا حوالہ نہیں دیا جائے گا۔ (رد المحتار

ج ۳، ص ۲۰۶) سادہ سادہ اکثر بلکہ جمہور فقہاء ضیفہ امام ابو حنیفہؒ سے مطلقاً کراحت نقل کر چکے ہیں جیسا کہ حوالہ جات بالا سے معلوم ہوا۔ تو صرف تحریر الاقوال کے پیش نظر ان مقتدر فقہاء جن میں سے بیشتر قاسم بن قطلوبغا سے متقدم ہیں کو ترک کرنا خلاف ضابطہ فقہ ہے۔

نمبر ۷: سابعاً: امام ابو حنیفہؒ کے علاوہ حضرت امام مالکؒ نے بھی مطلقاً ستہ شوال کا انکار فرمایا ہے۔ اور علماء کو تاکید کی ہے کہ وہ اس سے منع فرمائیں اور یہ روزہ رکھنا بدعت گردانا ہے۔ تو اتنی صریح تحقیق جلیل القدر امام سے موطا جیسی معتبر کتاب میں منقول صرف تحریر الاقوال کی وجہ سے صرف نظر کرنا علماء ربانین کی شان نہیں ہے۔

ثامناً نمبر ۸: جو روایت قرن اول میں غیر معروف اور غیر معمول بہ ہو جیسا کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کے صنیع اور صراحت سے معلوم ہوا۔ بعد میں اسپر ترک عمل بہتر ہے۔ یہ کہنا قواعد علم کے خلاف ہے۔ کہ موطا یا امام مالک کے ہم مقلد نہیں ہیں اولاً یہ دین کا مسئلہ ہے اور ثانیاً ہمارے امام سے بھی کراحت منقول ہے۔

نمبر ۹: تاسعاً: وجوہ کراحت، مصرح ہیں جبکہ نصاریٰ اور یہود نے اس طرح دین میں اضافہ کیا تھا اور اس کے اقدام سے عوام ثواب کی نیت سے بدعت کر سکتے ہیں کما ظہر عن الموطاء۔ اس لئے ایک مستحب کے بہانے کہیں بدعت جیسی وعید و سزا کا ارتکاب نہ ہو سکے۔

نمبر ۱۰: عاشر: فقہاء اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر ایک امر بدعت

اور سنت کے درمیان دائر ہو جائے تو ترک اولیٰ ہے۔ کیونکہ کسی مستحب یا سنت کا انجام دینا فرض اور واجب نہیں ہے جبکہ بدعت سے اجتناب فرض ہے۔ ملک العلماء علاؤ الدین کا سائی کی تصریح ملاحظہ ہو۔ والفعل اذا تردد بین السنة والبدعة تغلب جهة البدعة لان الا متناع عن البدعة فرض ولا فرضية فی تحصیل السنة أو الواجب. (ج ۱ ص ۲۰۴ بدائع الصنائع، جامع الرموز ج ۱ ص ۲۷۵)

اہل علم کو ٹھنڈے دل سے اسپر بھی غور فرمانا چاہئے کہ جب امام مالکؒ ستہ شوال کو بدعت قرار دے رہے ہیں اور امام ابو حنیفہؒ سے نقول صحیحہ کے ساتھ کراحت منقول ہے تو آخر اس مستحب کا کیا درجہ رہ گیا؟ قرون اولیٰ میں دین کے سب سے بڑے آئمہ جس عمل کو ناپسند فرمائیں بعد میں آنے والے اسے مستحب سمجھ کر کیا نیکی کمائیں گے۔ ملا علی قاریؒ نے ایسے ہی موقع پر ایک قاعدہ لکھا ہے کہ فیہ اشارۃً إلی ان کل سنة تكون شعار اهل البدعة ترکھا اولیٰ. (مرقاۃ ج ۴، ص ۶۳)

یہ بات بھی سمجھنا ضروری تھا کہ اگر امام ابو حنیفہؒ کے مقابلے میں امام ابو یوسفؒ امام محمدؒ کے اقوال مذہب نہیں بن سکتے۔ تفصیل کے لئے اعلام الاعلام بان الفتویٰ مطلقاً علی مذهب النعمان۔ جیسی کتب ملاحظہ فرمائی جائیں۔ تو آخر صاحبین سے مشائخ یا متاخرین کسی درجہ میں بھی قابل قبول نہیں ہو سکتے۔

وهذا لا يخفى علی من له ادنی المام بمصطلحات



الفقهاء. باب ما جاء في صيام ستة ايام من شوال حدثنا  
 احمد بن منيع نا ابو معاوية نا سعد بن ابن سعيد عن عمر  
 بن ثابت عن ابي ايوب قال قال رسول الله ﷺ من صام  
 رمضان ثم اتبعه بست من شوال فذلك صيام الدهر وفي  
 الباب عن جابر وابي هريرة وثوبان قال ابو عيسى حديث  
 ابي ايوب حديث حسن صحيح وقد استحسب قوم صيام  
 ستة من شوال لهذا الحديث وقال ابن المبارك هو حسن  
 مثل صيام ثلثة ايام من كل شهر قال ابن المبارك ويروى  
 في بعض الحديث ويلحق هذا الصيام برمضان واختار ابن  
 المبارك ان يكون ستة ايام من اول الشهر وقد روى عن  
 ابن المبارك انه قال ان صام ستة ايام من شوال متفرقا فهو  
 جائز قال ابو عيسى وقد روى عبدالعزيز بن محمد عن  
 صفوان بن سليم وسعد بن سعيد هذا الحديث عن عمر  
 بن ثابت عن ابي ايوب عن النبي ﷺ هذا وروى شعبة  
 عن ورقاء بن عمر عن سعد بن سعيد هذا الحديث وسعد  
 بن سعيد هو اخو يحيى بن سعيد الانصاري وقد نكلم  
 بعض اهل الحديث في سعد بن سعيد من قبل حفظه.  
 (ترمذي الجلد الاول ۱۵۹)

امام ترمذی کے انداز تخریج سے معلوم ہوا کہ یہ روایت اور اس سے

مستفاد مسئلہ قرن اول سے کمزور چلا آ رہا ہے۔ مثلاً روایت میں سعد بن سعید  
 اور عمر بن ثابت کا موجود ہونا عمر بن ثابت پر امام مالک کا کلام بحوالہ اخذ کار  
 گذرا ہے اور سعد بن سعید تقریباً متفق علیہ ضعیف ہے جیسا کہ امام ترمذی  
 نے فرمایا ہے۔ ابن المبارک کا یہ ارشاد کہ اگر شوال میں رکھے اور متفرقا  
 رکھے تو جائز ہے۔ معلوم ہوا کہ اول شوال یا انتابعا کی کراہت سب کے ہاں  
 موجود ہے نیز اسی حدیث پر امام ترمذی کے بڑے اور اولین شارحین میں  
 سے ابو بکر ابن العربی کا کلام جس میں ستہ شوال کے روزے کی ممانعت  
 بوجہ مذکور تھی گذرا ہے۔

جبکہ اعلاء السنن اور معارف السنن کی عبارات کے جوابات بفضل  
 اللہ تعالیٰ اپنے محل میں دیئے جا چکے ہیں۔ جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

اعلاء السنن اور معارف السنن کے بارے میں ایک وضاحت:  
 صوم ستہ شوال کے سلسلے میں اعلاء السنن میں اجمال پایا جاتا ہے اور  
 معارف السنن میں حضرت مولانا نے امام ابو حنیفہ اور امام مالک کی طرف  
 کراہت کی نسبت نقل فرمائی ہے یہاں صیغہ تریض نہیں ہے کیونکہ ہر  
 جگہ صیغہ مجہول برائے ضعیف نہیں ہوتا ورنہ قرآن کریم کی آیت  
 واذا قيل لهم لا تفسوا في الارض  
 کے بارے میں کوئی مسلمان نہیں کہہ سکتا کہ یہ صیغہ تریض ہے ایک  
 صریح اور ثابت حقیقت کے لئے اس قسم کے صیغے برائے

تعمین ہوتے ہیں نہ کہ تمریض کیونکہ امام ابو حنیفہؒ سے کراہت کا نقل متواتر ہے اور امام مالکؒ سے موطا میں کراہت بلکہ شدت ممانعت اور حکم بالکد عت منقول ہے اس کو صیغہ تمریض کہنا رجال علم کی شان کے لائق نہیں ہے۔ خود حضرت مولاناؒ نے متاخرین علماء حنفیہ کے نقول کو ”مضطربہ“ فرمایا ہے قاسم ابن قطلوبغا کے بارے میں فرمایا ”ولکن افراد هذا الموضوع“ کہ گویا تنہا قاسم ابن قطلوبغا ”تحریر الاقوال“ میں شیخین سے اس کے استحباب کے درپے ہیں۔ (معارف السنن ج ۵، ص ۴۴۳)

الحمد للہ معارف السنن سے بھی امام ابو حنیفہؒ کے قول کی تائید وضاحت سے ثابت ہوئی آگے مشائخ کا تذکرہ چونکہ اصل مذہب سے معارض ہے اسلئے اس سے اصل مذہب پر کوئی اثر نہیں پڑے گا جیسا کہ آگے چل کر تعاریض تصحیح اور آداب الافقاء کے ضمن میں ہم عرض کرنے والے ہیں۔

حدیث: من صام رمضان وأتبعه بست من شوال، فكأنما صام الدهر، مسلم من حدیث ابی ایوب، وجمع الدمیاطی طرقة، وفي الباب عن جابر رواه أحمد بن حنبل وعبد بن حميد، والبخاري، وعن ثوبان أخرجه النسائي وابن ماجه، وأحمد والدارمي، والبخاري، وعن أبي هريرة رواه البخاري، من طريق زهير بن محمد عن العلاء عن أبيه عنه، ومن طريق زهير أيضا عن سهيل عن أبيه عنه، وأخرجه

أبو نعیم من طریق المثني بن الصباح أحد الضعفاء عن المحرر بن أبي هريرة عن أبيه، ورواه الطبراني في الأوسط من أوجه أخرى ضعيفة، وعن ابن عباس أخرجه الطبراني في الأوسط أيضًا، وعن البراء بن عازب أخرجه الدار قطني. (تفخيص الخبير في تخریج أحادیث الرافعي الكبير ج ۲، ص ۲۱۴)

ان تمام روایات کا حاصل یہی ہے کہ اصلاً ان میں عمر بن ثابت مدنی، سعید بن سعید بن قیس اور بعض میں ابن لھیع، موجود ہے۔ چونکہ متکلم فیہ اور ضعیف رجال ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کا کلام بابت مذہب مالکؒ اور مذہب حنفیہ اهل الجہالة لو رأوا اهل العلم انهم لا يشددون في ترك هذه الصيام لأدخلوها في رمضان كما زاد اهل الكتاب في الصيام.....

شیخ الحدیث مزید لکھتے ہیں۔ اعلم أن صوم ستة من الشوال مختلف عند الأئمة. آگے وجوہ کراہت مفصل مذکور ہیں۔

مذہب مالکیہ کے بارے میں فرماتے ہیں ”ان شراح الحديث المالكيون أطلقوا الكراهة، وأجابوا عما يرد من الروايات، فالظاهر هو المذهب المختار عندهم. (أجزاء المسالك ج ۵، ص ۱۷۳)

یعنی مذہب مالک کے شارحین حدیث نے ستہ شوال کو مطلق مکروہ کہنا ہے اور اس سلسلے میں جو روایات آئی ہیں ان کے جوابات دیئے ہیں پس مختار مذہب مالکیہ کا وہ ستہ شوال کے مکروہ ہونے کا ہے۔ ”حنفیہ کے بارے

میں لکھتے ہیں۔

”وأما الحنفية فاختلف النقول عنهم واختلف أهل فروعهم في ذلك، ففي ”البحر الرائق“ ومن المكروه صوم ستة من شوال عند أبي حنفية متفرقاً كان أو متتابعاً، وعن أبي يوسف كراهة متتابعاً لا متفرقاً لكن عامة المتأخرين لم يروا به بأساً، انتهى وعدّها في ”نورالايضاح“ وشرحه ”مراقى الفلاح“ من المندوبات، وفي ”البدائع“ ومنها (أي المكروهات) اتباع رمضان بست من شوال، كذا قال أبو يوسف كما نوا يكرهون أن يتبعوا رمضان صوماً خوفاً أن يلحق ذلك بالفرضية، وكذا قال أبو يوسف كانوا يكرهون أن يتبعوا رمضان صوماً خوفاً أن يلحق ذلك بالفرضية، وكذا روى عن مالك. (ج ۵، ص ۷۳، ۷۴، ۷۵)

واضح رہے کہ حضرت شیخ الحدیثؒ نے بھی حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام ابو حنیفہؒ سے مطلق کراہت نقل فرمائی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ وقال مالك وابو حنيفة يكره ذلك. البته امام شافعی امام احمد اور داؤد ظاہری اور ان کے موافقین سے بحوالہ نوویؒ استحباً نقل کیا ہے۔ اوجز حوالہ بالا۔

اکثر حضرات نے جو استحباب یا مندوبیت نقل کی ہے خواہ وہ علماء

احناف ہوں یا اور ہوں یہ سب شوافع و حنابلہ محدثین سے متاثر ہونے کی بات ہے ورنہ خود مذہب حنفیہ میں جب امام المذہب سے کراہت منقول ہے جیسا کہ متعدد معتبر کتب کے حوالہ سے نقل کیا گیا تو کہیں اور جانا جائز نہ تھا۔ الضیاء المصنوعی شرح مقدمۃ الغزنوی میں ہے کہ احناف کا فتویٰ ہمیشہ کراہت کا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ ابن عابدین اور دیگر متاثرین نے مشائخ کے حوالہ سے کلمۃ لا باس کے ساتھ جواز نقل کیا بلکہ بعض حضرات نے استحباب ندب یا سنیت کا قول کیا ہے۔ مگر اس پر فتویٰ دینے سے احتراز فرمایا۔ چنانچہ الضیاء المصنوعی کی عبارت ملاحظہ ہو۔

”وذكر في الفتاوى كراهيتها صوم ست من شوال“ (الضیاء المصنوعی ص ۳۴۰) قالوا صوم ست من شوال من اليوم الثاني مندوب ونقلوا فيه حديثاً عن أبي أيوب الانصاري ان رسول الله ﷺ قال من صام رمضان ثم اتبعه بست من شوال كان كصيام الدهر رواه مسلم والترمذي وابوداؤد ولفظه كانما صام الدهر قال الشيخ الاكبر في الفتوحات المكية هذا الحديث عندى ليس صحيحاً ومع هذا ليس تركيبه على قاعدة النحو لان لفظ الست صفة للصيام فينبغي ان يكون ستة بالتاء ولا يوسوسك ان اسناده صحيح من مرويات مسلم لان صحة الاسناد لا يدفع الوهم ولعل الشيخ الاكبر قدس



سره عرض علی رسول اللہ ﷺ فلم یجده صحیحاً ثم  
الحديث لو صح لا يدل علی افضلیته هذه الصیام نصلاً انه  
یحتمل ان یشکون وجه الشبه بصوم الدهر الکراهة لا  
التدب. (رسائل الارکان ص ۲۲۶)

شیخ اکبر کی اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

قد تقدّم ذکر الخلاف فی وقتها وفي هذا الخبر عندی  
نظر لکون رسول اللہ ﷺ لم یثبت الهاء فی العدد اعنی  
فی الستة فقال وأتبعه ستاً من شوال وهو عربی والایام  
مذکرة والصوم لا یكون الا فی الیوم وهو النهار فلا بد  
من اثبات الهاء فیہ فهذا سبب کون الحديث منکر الممن  
مع صحة طریق الخبر. (الفتوحات المکیة ج ۱ ص ۶۳۸)

رسائل الارکان کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اس حدیث سے  
استحباب کے بجائے کراہیت ثابت ہوتی ہے کیونکہ صوم الدھر بخصوص  
صریحہ منع فرمائی گئی ہے جیسا کہ صحیح مسلم کے حوالہ سے گذرا ہے نیز محی  
الدین ابن عربیؒ جو اولیاء اللہ کے سرخیل اور سید الطائفہ ہیں وہ بھی اس  
حدیث کو منکر اور ضعیف فرما چکے ہیں۔ گویا علماء اور اولیاء کا ان روایات کے  
ترک پر اتفاق معلوم ہو رہا ہے۔ جو اس کے استحباب کے بجائے کراہیت کا  
قرینہ ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واکمل۔

قدیر الحدیث مع صحیحہ سندہ:

قال القرطبی "قال علماءنا وهذا الحديث وان صح سندہ  
فیردہ مع یعلم علی القطع والبتات." (تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۱۵)  
والامام مالک احیاناً یرد الاحادیث الصحاح بعمل اهل  
المدينة. (تفسیر قرطبی ج ۱، ص ۹۵)

حضرت امام مالکؒ: عمل اهل مدینہ کو سرچشمہ ہدایت سمجھتے ہیں اور  
چونکہ اپنے زمانے میں انہوں نے حرمین شریفین میں نہ تو کسی مسلمان سے  
حدیث ستہ شوال سنی اور نہ کسی مسلمان کو یہ چھ روزے رکھتے ہوئے دیکھا  
ہے۔ تو اس وجہ سے امام مالکؒ علماء کو تاکید فرماتے تھے کہ عوام کو اس سے  
روکیں اور ان روزوں کے عمل کو بدعت اور دین میں اضافہ سمجھتے تھے۔ ہم  
نے الجامع لاحکام القرآن کے حوالہ سے یہ چند ضابطے اس لئے نقل کئے  
تاکہ موطاء کی عبارت جو امام مالکؒ کا دو ٹوک فیصلہ ہے وہ اہل علم کے سامنے  
واضح ہو سکے۔ اس سے پتہ چلا کہ علامہ ابن عبد البر مرحوم نے اگرچہ سنداً  
اور محتاً اور خارجی احوال کو وجہ بنا کر امام مالکؒ کے قول کی تنقیح فرمائی مگر یہ  
اصل بنیاد (جو امام مالکؒ کے مذہب کے مقابلے میں قاطعاً علما کو معلوم ہے  
تاکہ اس معاملے میں علامہ مغربیؒ سے فصول ہو گیا۔ وما کان ربک نسیاً۔  
غور کرنے کا مقام ہے کہ امام اہل المغرب حجاز مقدس کا امام مالکؒ بھی منع  
فرما چکے ہیں۔ اور امام اہل المشرق و امام سائر الدنیا امام ابو حنیفہؒ بھی مکروہ  
سمجھتے ہیں تو روایات بابت ستہ شوال صرف ضعیف نہیں بلکہ متروک ہیں۔

وكم من فرق بين الضعيف والمتروك كما لا يخفى على من له المام بمصطلحات الحديث والفقه. محدثین اور فقہاء اس پر متفق ہیں کہ جو روایت، قرونِ اولیٰ میں متروک ہو چکی ہے بعد کے زمانوں میں اس پر عمل جائز نہیں ہے۔ جبکہ یہاں تو امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ نفسِ کراہت کے قول میں امام ابو یوسفؒ بھی متفق ہیں گویا کہ شیخانِ امامان۔ یعنی امام اہل مدینہ و امام اہل عراق کے اتفاق کے بعد شیخانِ مذہب حنفیہ امام ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ بھی مطلقاً و متابعاً اس کی کراہت پر متفق ہیں۔ اب بھی اگر ہمارے بعض کرم فرماؤں کو یہ مذہب قوی یا مطابق حدیث اور مذہب حنفی کا قول مختار معلوم نہیں ہوتا تو ہم معذرت خواہ ہیں۔

تیرا جی نہ چاہے تو بہانے ہزار ہیں

آنکھیں اگر بند ہیں تو پھر دن بھی رات ہے

ولنعم ما قال الشاعر العربي.

وان كنت لاتدري فذلك مصيبة.

وان كنت تدري فالمصيبة اعظم.

امام ابو حنیفہؒ سے سب سے شوال کے صوم کی کراہت تو تقریباً متواتر ہے اس وجہ سے اکثر فقہاء اجلہ جیسے صاحب بحر (ابن نجیم) ملک العلماء علامہ علاؤ الدین کاسانی صاحب البدائع نے سب سے شوال کو مکروہات ہی میں شمار فرمایا ہے۔ یہی حال ہندیہ اور دیگر معتبر فتاویٰ کا ہے۔ بلکہ ”الضیاء المعوی“ کے حوالہ سے تو یہ تصریح بھی آچکی ہے کہ فتویٰ کراہیت ہی کا ہوگا۔ بعض

حضرات نے اگر تسامحاً یا بنا بر قول مشائخ متاخرین اس کو مندوب کہا جیسے در مختار کی عبارت ہے۔ کہ ”وندب تفریق صوم ست من شوال“ اسپر علامہ سید احمد طحاوی علی الفور کو ہستانی کی تصحیح نقل کرتے ہیں ”قال الكوهستانی صوم ست من شوال يكره مطلقاً عنده. ومتتابعاً عند أبي يوسف.“ (طحاوی علی الدرر ج ۱ ص ۷۰)

علامہ ابن عابدینؒ کا بابت صوم ستہ شوال موقف محلِ نظر ہے اور یہ شکوہ علامہ موصوف سے کبار فقہاء کو رہا ہے۔ کہ وہ بعض اوقات غیر صحیح قول کے تصحیح کے درپے ہو جاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو ”کتاب التعلیم والارشاد“ کی عبارت ”وابن عابدین یعنی صاحب رد المحتار علی سبہ و ضحامتہ ترک اکثر المواضع من غیر تحریر وغفل عن التنبيه علی اکثر ما فيه من الاغلاط والعذر له في ذلك انه ينقل من كتب المذهب ما تيسر له النقل فاذا لم يجد سكت فان تكلم شيئاً من عند نفسه غنائه قواه. (مقدمة القلوری ص ۱۳، لدكتور غلام مصطفى السندی من كبار علماء هذا العصر.)

علامہ ابن عابدینؒ مرحوم نے قاسم ابن قطلوبغاؒ کے تحریر الاقوال پر اعتماد فرمایا ہے۔ مگر یہ واضح نہ ہو سکا کہ تحریر الاقوال آج تک کسی نے دیکھی ہے و من ادعی فعلیه البیان۔ ثانیاً جب جماہیر فقہاء حنفیہ امام ابو حنیفہؒ سے مطلقاً کراہت نقل فرما چکے ہیں جیسا کہ فتاویٰ معتبرہ اور دیگر کتب فقہ سے صراحۃً ثابت ہے۔ تو علامہ قاسم، علامہ تہانی کا رد کیسے فرماتے ہیں کیونکہ



رجال الحنفیہ قاطباً علامہ تباہی کے موقف کے مؤید ہیں ثالثاً ایسا کوئی قاعدہ نہ ابن عابدین نے نقل کیا اور نہ کسی اور نے کہ قاسم ابن قطلوبغا کو فقہ کے معروف اور مصدقہ مسائل کے انکار کرنے کا حق ہے رابعاً قطلوبغا مرحوم نے اپنے شیخ محقق علی الاطلاق حافظ ابن حمام مرحوم کے بارے میں فرمایا ہے۔ کہ وہ کبھی کبھی خروج عن المذہب و جنوح الی اهل الحدیث کرتے ہیں۔ (کما ظہر من کتاب الحج من رد المحتار) مگر اب معلوم ہوا کہ خود قطلوبغا مرحوم خود بھی کبھی اس کا ارتکاب فرماتے ہیں۔

اس گناہ پیست کہ در شہر شام نیز شود۔

واضح رہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ صاحب المذہب سے صحیح نقل کے ساتھ کہیں بھی سنیہ شوال کا انتخاب مروی نہیں ہے بلکہ امام ابو یوسفؒ بھی ان کے ساتھ ہیں جیسا کہ تمام کتب معتبرہ عن ہذا المیدان سے واضح ہے ”مشائخ متأخرین“ (جو کہ نہ معلوم ہیں کا قول اگر اس کو کہیں اصح یا مختار کہا گیا ہے تو یہ حسب قاعدہ فقہ حنفی خلاف مذہب ہے۔ چنانچہ حلیمی کبیر شرح منیہ میں ہے ”جعل العلماء الفتوی علی قوله فی العبادات مطلقاً۔“ (حلیمی کبیر ص ۶۶) خود ابن عابدین مرحوم ”شرح العقود“ میں فرماتے ہیں۔ ثم الفتوی علی الاطلاق علی قول ابی حنفیہ (شرح العقود ص ۱۹) بلکہ یہاں تک وضاحت موجود ہے اگر امام ابو حنیفہ کے مقابلے میں امام ابو یوسف یا امام محمد یا کسی اور امام کے قول پر فتویٰ دیا گیا۔ ”فلیس حکماً“ تو یہ حکم، حکم شرع ہو گا ہی نہیں۔

یہی قاعدہ علامہ ابن عابدین مرحوم نے رد المحتار کے مقدمہ میں لکھا ہے ملاحظہ ہو۔ والاصح کما فی السراجیہ وغیرہا أنه یفتی بقول الامام علی الاطلاق۔ (الخ) اس کی شرح میں ابن عابدین فرماتے ہیں۔ ثم الفتوی علی الاطلاق علی قول ابی حنفیہ۔ (الخ) علی الاطلاق کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں ”ای سواء انفرد وحده فی جانب اولاً کما یفید کلام السراجیہ۔ (الخ) مزید فرماتے ہیں کہ امام کے قول کو چھوڑنے کا کسی کو اختیار نہیں ہے۔ و کذا لا تخیر لو کان احدهما قول الامام لا نه لماتعارضا التصحیحان تسا قطلا فرجعنا الی الاصل وهو تقدیم قول الامام بل فی شہادات الفتاوی الخیریہ المقرر عندنا أنه لا یفتی ویعمل الا بقول الامام الاعظم۔ ولا یعدل عنه الی قولہما او قول احدہما أو غیرہما۔ مزید فرماتے ہیں۔ وأنصرح المشائخ بأن الفتوی علی قولہما لأنه صاحب المذہب والامام مقدم۔ مزید ”بحر“ اوقات الصلوٰۃ اور کتاب القضا کے حوالے سے لکھتے ہیں۔ یحل الافتاء بقول الامام بل یجب وإن لم یعلم من أين قال۔ مقدمہ رد المحتار لا بن عابدین۔ (ص ۷۲) اس عبارت کے چند فوائد ملاحظہ ہوں۔

(۱) مذہب حنفی امام ابو حنیفہ کے اقوال و اجتہاد کا نام ہے۔

(۲) امام ابو حنیفہ کا قول کسی کے لئے ترک نہیں کیا جائے گا اور اس میں کسی کا اختیار نہیں چلے گا۔

(۳) امام صاحب کے قول کی موجودگی میں دیگر اقوال ساقط ہوں

گے اور امام کے قول کو ترجیح ہوگی کیونکہ وہی مذہب ہے اور وہی اصل ہے۔  
(۴) فتویٰ اور عمل صرف امام اعظمؒ کے قول پر ہوگا۔

(۵) امام صاحب کا قول چھوڑ کر صاحبین یا کسی اور کے قول پر فتویٰ اور عمل جائز نہیں ہے۔

(۶) اگرچہ مشائخ حنفیہ صاحبین کے قول پر فتویٰ بھی دے چکے ہوں تب بھی مذہب امام اعظمؒ کے قول اور اجتہاد کا نام ہے۔

(۷) فتویٰ امام کے قول پر دینا جائز ہے بلکہ واجب ہے۔  
(۸) اس تحقیق اور تجسس کی بھی ضرورت نہیں ہے کہ امام نے یہ قول کہاں سے اختیار کیا ہے۔

(۹) جب امام کے قول کے سامنے صاحبین کے اقوال مروج ہیں اور اُن پر فتویٰ اور عمل منع ہے تو مشائخ حنفیہ کے قول پر امام صاحب کا مذہب چھوڑنا جائز نہیں ہے۔

(۱۰) زیر بحث مسئلہ میں بھی الحمد للہ ہمارا موقف امام اعظمؒ کے قول کی تائید و تشریح ہے اسلئے ہم اپنے مذہب کے مطابق عمل پیرا ہیں۔

اور دوسری تحریرات و فتاویٰ کا ٹھکانہ کم از کم مذہب حنفی نہیں ہے۔ فلک عشرۃ کاملق

مدعی گو برو وکتہ بحافظ مفروش

کلب مانیز زبانے ویا نے دارد

امام ابو حنیفہؒ کے اقوال کی یہ وقعت اور اساس مذہب ہونے کی وجہ ان کے شاگرد خاص امام بخاریؒ اور امام مسلم کے شیخ المشائخ۔ فقہاء اور اولیاء کے سر تاج امام عبداللہ ابن المبارکؒ فرماتے ہیں:

کہ چونکہ امام ابو حنیفہؒ نے خود صحابہ کو دیکھا ہے۔ اور تابعین کے ساتھ فکر کے فتاویٰ دیے ہیں۔ اسلئے ان کا قول مضبوط اور مستحکم ہے۔

قال عبداللہ ابن المبارک لانہ رائی صحابۃ وزاحم التابعین فی الفتویٰ فقولہ اشدواً قوی۔ (مقدمۃ رد المحتار ص ۷۰، ۷۱)

مشہور فقیہ محمد خالد الاتاسی لکھتے ہیں امام ابو حنیفہؒ کے قول ہی کا اعتبار ہوگا۔ کیونکہ ہم حنفی ہیں نہ کہ یوسفی وغیرہ مزید لکھتے ہیں اسلئے محقق ابن حاتمؒ نے بعض ان مشائخ کا رد کیا ہے جنہوں نے امام ابو حنیفہؒ کے مقابلے میں صاحبین کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔

”ما قلنا فی مسئلۃ قولہ الا وہو رواۃ عن ابی حنیفۃ فلم

بتحقق اذا جواب ولا مذہب الا لہ کیفما کان وما نسب

الئی غیرہ الا بطریق المحاز للموافقة فان قلت اذا رجع

المجتہد عن قول لم یبق قولہ فاذا کان كذلك فما قالہ

اصحابہ مخالفین لہ فیہ لیس مذہبہ فحبث صارت

اقوالہم مذاہباً لہم مع اننا التزمنا تقلید مذہبہ دون

مذہب غیرہ ولذا نقول ان مذہبنا حنفی لا یوسفی

ونحوہ۔“ (شرح المجاہد ج ۶ ص ۵۸، ۵۹)

ان عبارات کا حاصل یہ ہے کہ فتویٰ امام ابو حنیفہؒ کے قول پر ہوگا۔  
 بغیر کسی دلیل شرعی کے صاحبین یا مشائخ کے قول پر فتویٰ دینا  
 خلاف مذہب ہے اور اس کے مستقل دلائل موجود ہیں۔

ولذا ردالمحقق ابن الہمام علی بعض المشائخ حیث  
 افتوا بقول الامامین بانہ لا یعدل عن قول الامام الا  
 لضعف دلیلہ. (نوع تخیض من رد المحتار شرح المجملہ ج ۶ ص ۵۹)

اس لئے محقق علی الاطلاق ابن الہمام مرحوم نے ان مشائخ حنفیہ کا  
 رد کیا ہے جنہوں نے امام ابو حنیفہؒ کے مقابلے میں صاحبین یا کسی اور کے قول  
 پر فتویٰ دیا ہے۔

ثم ان الاقوال واردة فيها فما اتفق عليه آئمتنا الثلاث لا  
 يجوز لو للمجتهد في مذهبه ان يقول براه فما بالك  
 في غيره وان اختلفوا يقدم ما اختاره الامام ابو حنيفة سواء  
 وافقه احد اصحابه ام لا. (ج ۶ ص ۶۲ شرح المجملہ)

ہمارے آئمہ ثلاثہ کے اتفاق کے بعد کسی اور طرف جانا قطعاً ناجائز  
 ہے اور امام کے قول کی موجودگی میں صاحبین کی طرف جانا بھی جائز نہیں  
 چہ جائیکہ مشائخ حنفیہ یا کسی اور کے رائے اور قول کو قابل عمل سمجھا جائے۔  
 اور ایسا کرنا جائز نہیں ہوگا۔ چنانچہ ان فقہی اباحت سے واضح ہوا کہ چونکہ  
 سب سے شوال کے روزے میں امام ابو حنیفہؒ کے قول اور ارشاد کا ترک لازم  
 آتا ہے اور یہ تصریح موجود ہے کہ امام سے قول یا کراہیت منقول ہے۔

جبکہ استحباب مشائخ حنفیہ کی رائے ہے۔ اس لئے مشائخ کو ترک کرنا پڑے گا اور  
 عمل بقول امام ضروری ہوگا۔ کما هو مقتضى المذهب والقواعد الفقيه  
 مفصلة ومدلة.

جواب فتویٰ میں مولوی صاحب محترم نے لکھا ہے شوال کے چھ  
 روزوں سے متعلق رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی صحیح سند کے ساتھ  
 حدیث کی مستند کتابوں میں موجود ہے۔ عن ابی ایوب عن رسول اللہ  
 ﷺ قال من صام رمضان ثم اتبعه ست من شوال فذاك صيام الدهر.  
 رواه الجماعة الا البخاری والنسائی. (نیل الاوطار ج ۳ ص ۱۲۰، اعلاء  
 السنن الجزء ۹، ص ۱۷۷)

واضح رہے کہ یہ روایت صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۶۹، پر موجود ہے۔  
 جس میں سعد بن سعید بن قیس حد درجہ ضعیف اور غیر معتمد ہے۔ چنانچہ  
 المنہل میں ہے لانه فيه سعد بن سعيد وفيه مقال. (ج ۱۰، ص ۱۹۱)

نیز دوسرا راوی عمر بن ثابت ہے جن کے بارے میں مولوی  
 صاحب کے دیئے ہوئے حوالے تیس جلدوں والے استذکار میں لکھا ہے۔  
 واظن الشيخ عمر بن ثابت لم يكن عنده ممن يعتمد عليه.  
 (استذکار ج ۱۰، ص ۲۵۹)

نیز اس روایت کے موقوف و مرفوع ہونے کا اضطراب بھی موجود  
 ہے۔ (استذکار ج ۱۰، ص ۲۵۸) روایت کے متن کو بھی منکر کہا گیا ہے۔  
 (فتوحات مکیہ ج ۱ ص ۶۳)



علاوہ ازیں مفصل بحث فی الاسناد بفضل اللہ تعالیٰ گزشتہ صفحات میں گذر گئیں اسلئے یہ کہنا کہ یہ صحیح السند ہے، علم الاسانید والرجال سے ناواقفیت کی بات ہے

کل من يدعی حب لیلی  
ولیلی لا تقر لهم بذاك

آگے لکھتے ہیں کہ فقہ حنفی کی معتبر کتابوں نے بھی ان روزوں کو مستحب و سنت قرار دیا ہے اور تنویر الابصار اور الدر المختار کے حوالے سے ندب، استحباب یا تسنن کی عبارات نقل کی ہیں۔ اولاً تو اس سے زیادہ معتبرات جیسے البحر الرائق، بدائع الصنائع، فتاویٰ کوہستان، جامع الرموز وغیرہ میں بشمول فتاویٰ حندیہ کے ان روزوں کو مکروہات میں سے گننا ہے۔ جو کہ ہر اعتبار سے قوی اور مؤید بالذکر لاکل ہے جیسے تفصیلاً گذرا ہے۔ ثانیاً اس کو بھی آگے چل کر لا باس کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ جو اصلاً خلاف اولیٰ کے لئے آتا ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے بحوالہ ذکر کر چکے ہیں۔ ثالثاً۔ ان اقوال کا اساس متاخرین یا قاسم بن قطلوبغا کی تحریر الاقوال ہے۔ جن سے علی التحقیق ثبوت مشکل ہے۔ کما ذکرنا قبل ذلك مفصلاً ومدلاً۔ لمن كان له قلب او انقى السمع وهو شهيد۔ رابعاً۔ صاحب مذہب حضرت امام اعظمؒ سے کراہت مروی ہے۔ اور قواعد الفقہاء کے مطابق امام صاحب کے مقابلے میں مشائخ کا قول مرجوح ہوتا ہے۔ اسلئے ندب یا استحباب کا ثبوت مشکل ہے۔ مزید لکھتے ہیں کہ ”محترم جناب مولانا صاحب کے فتویٰ میں فتاویٰ عالمگیری اور البحر

الرائق کے حوالے سے جو ان روزوں کو مکروہ کہا گیا ہے۔ افسوس یہ ہے کہ انہوں نے فتاویٰ عالمگیری کی آدھی عبارت نقل کر کے استدلال فرمایا ہے۔ کاش وہ بعد والی عبارت بھی پڑھ لیتے۔

جس میں اصح قول کے مطابق کراہت کو مسترد قرار دے کر استحباب کو ثابت کر دیا ہے۔“ آگے مولوی صاحب محترم نے فتاویٰ عالمگیری کی عبارت نقل فرمائی ہے۔ سو واضح رہے چونکہ یہ اقوال مشائخ کے ہیں خود امام صاحب سے عالمگیری میں بھی مطلقاً کراہت نقل ہے۔ اور حضرت امام ابو یوسفؒ کے متابعین کراہت منقول ہے۔ آگے ”والاصح انه لا باس به“ جبکہ لا باس بہ کا اصل وضع خلاف اولیٰ کے لئے ہے جیسا کہ فقہاء کرام جانتے ہیں مزید انہوں نے ان روزوں کا استحباب متفرقا یعنی ہر ہفتے میں دو رکعت کا قول فرمایا ہے۔ اور یہ باب النزاع سے خارج ہے اور محترم مولوی صاحب کو مفید نہیں ہے۔ کیونکہ وہ مطلقاً یعنی متابعاً و متفرقاً جواز کے قائل ہیں اسلئے عالمگیری کا حوالہ اپنے لئے مفید سمجھنا ناقابل فہم ہے نیز کراہت کو مسترد قرار دیکر استحباب ثابت کرنا مقلد کے دائرہ اختیار سے باہر ہے امام ابو حنیفہؒ کے قول کو رد کرنے کا اختیار امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کو نہیں ہے چہ جائیکہ مشائخ کے قول سے وہ رد ہو سکے۔ یہ بھی مولوی صاحب کی طرف سے نرالا اقدام ہے ورنہ عالمگیری میں رد و قدح کا کوئی کلمہ نہیں۔

ومن شاء فليرجع اليه۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد  
جو چاہے آپ کا محسن کرشمہ ساز کرے

یہی حال البحر الرائق کا ہے۔ بفضلہ تعالیٰ۔ کلمۃ لا باس کے بارے میں مولوی صاحب محترم کا یہ لکھنا (کہ غیر متعلقہ مقام پر پیش کیا گیا ہے) باعث تعجب ہے کیونکہ یہ تو فقہی قاعدہ ہے جو حسب ضرورت پیش کیا جاتا ہے۔ نیز کلمۃ لا باس قد، تستعمل فی المندوب کی عبارت محل نظر ہے۔ دیکھئے کتاب الجہاد اور کتاب الجہاد من البحر الرائق۔ نیز اگر کہیں اور کبھی بقول مولوی صاحب کے سیاق و سباق کے مناسبت سے استعمال بھی ہوا ہو مگر یہاں چونکہ کراہت امام ابو حنیفہؒ سے مصرح ثابت ہے تو اس کے مقابلے میں کلمۃ لا باس خلاف اولیٰ ہی کے لئے ہے۔ نہ کہ استحباب و ندب کے لئے۔ مزید لکھتے ہیں کہ ”فتح القدیر کی عبارت ہم نے ناقص نقل کی“ جبکہ محترم موصوف نے خود بھی نقل کرتے ہوئے اساسی جگہ جو ان کی تحقیق کیلئے مضر تھی نقل نہیں فرمائی۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو۔ ”صوم سنة من شوال عن ابی حنیفہ و ابی یوسف کراہت“ محقق ابن الہمام نے شیخین سے مطلق کراہت نقل فرمائی ہے۔ مزید لکھتے ہیں وعامة المشايخ لم يروا به بأسا۔ آگے فصل اور وصل وغیرہ کی صورتیں نقل فرما کر قول کراہت کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ وجہ الکراہت أنه قد يفضى إلى اعتقاد لزومها من العوام لكثرة المداومة ولذا سمعنا من يقول يوم الفطر نحن إلى الآن لم يأتي عيدنا أو نحوه فاما عندنا من ذلك فلا بأس لورود حديث به۔ (فتح القدیر ج ۲ ص ۲۷۱، ۲۷۲)

کراہت کی وجہ یہ ہے کہ کبھی یہ روزے لزوم کے اعتقاد کو پہنچتے ہیں عوام اگر کثرت سے رکھنا شروع کر دیں۔ چنانچہ ہم نے ایسے لوگوں سے سنا ہے جو کہتے تھے کہ عید الفطر ہماری عید نہیں ہے بلکہ چھ روزے رکھنے کے بعد ہماری عید آئے گی۔ اور اگر ان چیزوں سے امن ہو جائے تو مباح ہے بوجہ روایت وارد ہونے کے محقق کے کلام سے چند باتیں معلوم ہوئی ایک کراہت کا قول دعویٰ بلا دلیل یا دعویٰ کا ذہب نہیں ہے بلکہ یہ فقہ کا مضبوط و مستحکم فیصلہ ہے۔ نیز عوام کے اعتقاد کو اس سے نقصان پہنچ سکتا ہے۔ یہاں تک کہ شریعت کی مقرر کردہ عید کو عید ہی نہ سمجھا جائے اور چھ روزے رکھنے کے بعد عید تصور کی جائے۔ اتنے بڑے خطرات جب ان علم و عمل کے محترم زمانوں میں موجود تھے تو بعد میں کیسے اور کب یہ خطرات نکل گئے۔

نہ پہنچ سکے گا کبھی منزل حقیقت پر  
صراط عشق میں جو تیز گام ہو نہ سکا  
محترم نے فتح القدیر کی عبارت وعامة المشايخ سے شروع فرمائی اور ناقص نقل کرنے کا الزام ہمیں دیا۔  
میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

محقق ابن الہمام نے وجہ الکراہت سے امام ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ کے قول کراہت کے تائید و توثیق فرمائی ہے اور عوام الناس کا اس سلسلے میں سوء اعتقاد اور سوء اقوال نقل فرماتے ہیں اور کلمۃ لا باس سے فقہاء

وحدیثاً کچھ بنتا نہیں اور حدیث سند اومتنا مشکلم فیہ ہونے سے قرن اول ہی سے متروک اور منکر رہی جیسے کہ گزشتہ ابحاث سے مفصل معلوم ہوا ہے۔

مولوی صاحب محترم کا یہ ارشاد فرمانا کہ (ایک صحیح حدیث کی موجودگی میں جس کو جمہور امت نے قدیم و حدیثاً تسلیم کیا ہو۔ حضرت امام مالکؒ کے قول جو کہیں بھی مرفوع روایت سے موید بھی نہیں ہے ترجیح دینا اصول کے خلاف ہے) سو عرض ہے کہ روایات اس باب میں جتنی وارد ہیں وہ سند اومتنا ضعاف اور مشکلم فیہا ہیں۔ جیسا کہ مفصل گزر گیا۔ حضرت امام مالکؒ کے منع کرنے اور امام ابو حنیفہؒ کے مکروہ فرمانے کے بعد اس کو جمہور امت کے ہاں مسلمہ کہنا آداب علم اور دیانت تحقیق کے سراسر خلاف ہے امام قرطبیؒ کے حوالہ سے یہ قاعدہ گزرا تھا کہ جس مسئلہ پر امام ابو حنیفہؒ و امام مالکؒ متفق ہو جائیں تو ان کے بعد کسی اور کے قول کا کوئی وزن اور قیمت نہیں رہتی۔ جیسا کہ بحوالہ تفصیل گزرا ہے بلکہ امام مالکؒ تو صرف روایت نہیں بلکہ حریم شریفین اور بالخصوص اہل مدینہ کا تعامل اس کے رد کرنے کے لئے پیش فرما چکے ہیں پھر مولانا امام مالک جو بخاری و مسلم کا اصل اساس ہے۔ ملاحظہ ہو بحوالہ نافعہ اور ”الحطہ فی ذکر صحاح ستہ“ مزید مولوی صاحب محترم کا یہ ارشاد فرمانا (اور جو لوگ مسلک مالکی بھی نہ ہوں ان کا یہ کام انجام دینا تو باعث حیرت بھی ہے) سو عرض یہ ہے کہ اگر مسلک کی پابندی آپ مضر سمجھتے ہیں تو بخاری و مسلم کے حوالے دینا بھی جناب پیش نہیں فرما سکیں گے۔

حفظت شیاً وغابت عنک اشیاء

ایسے موقع پر کہا گیا ہے۔ مزید ان کا یہ لکھنا کہ (امام مالکؒ نے مطلقاً منع تو نہیں فرمایا ہے بلکہ ان روزوں کو ضروری اور فرض قرار دینے کو منع فرمایا ہے) باعث حیرت ہے کیونکہ امام مالکؒ فرماتے ہیں ”انہ لم یز احدا من اهل العلم والفقه یصومہنا“ یعنی میں نے کسی عالم اور فقیہ کو یہ روزے رکھتے ہوئے دیکھا نہیں، مزید لکھتے ہیں ”ولم یبلغنی ذلک عن احد من السلف“ یعنی گزشتہ بزرگوں یعنی صحابہؓ و تابعین سے یہ عمل ہمیں نہیں پہنچا ہے۔ مزید فرماتے ہیں ”وأن اهل العلم یکرہون ذلک ویحافون بدعته“ کہ اہل علم ان روزوں کو مکروہ اور ان سے ایسا ڈرتے ہیں جیسا بدعت سے ڈرتے ہوں کیونکہ جاصل اور نا سمجھوں کو اگر اس کی اجازت اہل علموں نے دی تو وہ ان کو رمضان شریف سے ملا دیں گے۔ (موطا ص ۲۵۶) غور فرمایا جائے کہ ان عبارات واضحہ سے کسی قسم کا جو ازیا باحت کا بھی کوئی پہلو نکلتا ہے؟ اپنی طرف سے فرض یا ضروری کے پیوند لگانے سے چودہ سو سال کے متفقہ مسئلہ کی اصل حیثیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

ہوئے کس درجہ فقہیان حرم بے توفیق

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

آگے مولوی صاحب موصوف نے مذہب مالکؒ کے ایک مقلد علامہ ابن عبد البر مرحوم کی عبارات استذکار سے اپنے منشاء کے مطابق توار مروڑ کے پیش فرمائی ہیں جو ان کی کمال دیانت اور پاس فقہ کا آئینہ دار ہے۔



مزید استدکار کی عبارتیں پیش کرتے ہوئے حضرت والا نے تمیں جلدوں کا بھی بازرب صنیع اختیار فرمایا ہے۔ مگر علامہ ابن عبد البر کا منشاء سمجھنے کی کوشش مطلقاً نہیں فرمائی ہے۔ مثلاً ابن عبد البر لکھتے ہیں ”والذی کرهہ لہ مالک امر قد بینہ واوضحہ“ یعنی امام مالکؒ کا سہ شوال کے روزوں کو مکروہ سمجھنا بالکل واضح اور روشن ہے تاکہ رمضان شریف کے فرضوں کے ساتھ غیر ضروری چیزوں کو عوام نہ ملائیں مزید لکھتے ہیں ”وکان رحمہ اللہ متحفظاً کثیر الاحتیاط الدین“ کہ حضرت امام مالکؒ دین کے محافظ اور محتاط تھے۔ ان عبارات سے علامہ ابن عبد البر نے موطا کی بھرپور تائید اور حمایت فرمائی ہے جس کا نتیجہ صاف ظاہر ہے مزید علامہ مرحوم کا یہ لکھنا کہ فان مالکا لا یکرہ ذلک اس کے ضعف کے لئے کلمہ ان شاء اللہ کافی ہے۔ علامہ ابن عبد البر نے مزید لکھا ہے کہ چونکہ اس روایت کے راوی عمر بن ثابت مدنی ہیں اور امام مالکؒ ان کو مستند نہیں سمجھتے تھے اسلئے امام مالکؒ نے ایسے لوگوں سے اور بعض شیوخ سے احادیث لینا ترک فرمایا ہے۔ (استدکار ج ۱۰ ص ۲۵۹) اگر امام مالکؒ کسی درجہ میں ان روزوں کو مستحب سمجھتے تو علامہ ابن عبد البر مرحوم کو اتنے وجوہ اور تاویلات پیش کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات

محترم و مکرم مزید فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اپنی مشہور کتاب (اعلاء السنن جزء ۹ ص ۱۷۷) میں ان چھ روزوں کو مستحب قرار

دیتے ہوئے ایک باب ”باب استحباب صیام ستہ من الشوال“ قائم کر کے مذکورہ حدیث کو ذکر کیا سو عرض ہے کہ اس کے فوراً بعد علامہ موصوف نے وفی الطحطاوی الست من شوال صومها مکروہ عند الامام متفرقة اور متتابعة لكن عامة المتأخرین لم یروا یہ بأساً یعنی طحاوی میں ہے کہ شوال کے چھ روزے حضرت امام ابو حنیفہؒ کے ہاں متفرق اور متتابع دونوں طرح مکروہ ہیں اگرچہ متأخرین نے لابس بہ کہا ہے۔ اگر علامہ موصوف استحباب ہی کا فیصلہ جو بقول مولوی صاحب کے صحیح حدیث کا مقتضاء ہے۔ تو اپنے امام سے مطلق کراہت کیوں نقل فرمائی ہے؟ معلوم ہوا کہ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب کے اعلیٰ السنن سے امام ابو حنیفہؒ کے ان روزوں کو مطلقاً مکروہ فرمانے کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ مولانا نے اس بحث کو بھی کراہت پر ختم فرمایا ہے ”قلت الکراہۃ محمولۃ علی احتمال سوء العقیدۃ لئلا یظن أنها من الفرائض لا تصالها برمضان۔“ (اعلاء السنن جزء ۹ ص ۱۵۳)

وللہ الحمد اولاً و آخراً۔

محترم جناب مولوی صاحب زید علمہ نے معارف السنن کی عبارات سے اپنے موقف پر استدلال فرمایا ہے اور ان کی دور رس نگاہیں صیغہ ترمیض پر پڑ گئیں کہ نسب فعل مجہول جب بھی وارد ہو تو اس سے ترمیض یعنی قول کا ضعف معلوم ہوتا ہے۔ مگر محترم نے اس عموم اور طرد پر کوئی عقلی یا نقلی حوالہ پیش نہیں فرمایا ہے۔ اگر صیغہ مجہول کبھی قوت کے لئے آتا

ہی نہیں تو یہ محترم کا ”جدید نحو“ ہوگا۔

قرآن کریم سورۃ بقرہ دوسرے رکوع کا مطالعہ ضروری تھا۔ ”وإذا قيل لهم لا تفسدوا في الأرض“ اس سے پہلے ہماری گفتگو اس سلسلے میں تفصیلاً گذری ہے۔ کہ حضرت والا حضرت بنوریؒ نے بھی ”ونقول علماء نامضطربة“ یعنی ہمارے علماء احناف کے اقوال مضطرب ہیں۔ (معارف السنن ج ۵، ص ۴۴۳) پر ارشاد فرمایا ہے۔

حضرت مولانا مرحوم نے امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ سے کراہت تسلیم فرمائی ہے۔ اور خود علماء احناف کے اقوال کو بھی مضطرب فرمایا ہے جیسا کہ واضح ہے۔ آگے استنباط کا قول تحریر الاقوال پر موقوف ہے جس پر تفصیلی کلام اللہ تعالیٰ کے فضل سے پہلے گذرا ہے۔ حضرت مولانا مرحوم کی مزید عبارتیں یعنی ”تفریق وتتابع بالاتفاق لاداء اصل الفضيلة باي طريق كان بغير كراهة“ بھی تحریر الاقوال کا نتیجہ ہے۔ جیسا کہ امام ابو یوسفؒ کا قول بالتفریق نقل کر کے رد المحتار کے حوالے سے معلوم ہوا۔ جواب فتویٰ کے اخیر میں محترم نے الفقہ الاسلامی وادلتہ۔ دکتور وھبہ الزحلی سے ان روزوں کا استنباط چاروں مذاہب کے علماء کے اتفاق کے ساتھ نقل کیا ہے مگر مولوی صاحب محترم و مکرم اس ناگہانی فتح میں مذاہب کا سارا سرمایہ علم بھول بیٹھے بھلا موطا امام مالکؒ، البحر الرائق، اور المیزان، اور المنہل جیسی معتبر کتب کے ہوتے ہوئے جس میں امام مالکؒ کا منع اور امام ابو حنیفہؒ کی کراہت منقول ہے، کہ ہوتے ہوئے کسی محقق دکتور کی کتاب کے حوالہ

سے کیسے اتفاق واستنباط ثابت ہوتا ہے؟ مولوی صاحب محترم کو یہ خیال بھی نہ رہا کہ تحریر الاقوال اور رد المحتار جن کی عبارات پر جواب فتویٰ میں اعتماد کیا گیا تھا ان میں بھی مطلق کراہت کی نفی تھی نفس کراہت وہ بھی تسلیم فرما چکے ہیں تو دکتور کی ”ادلہ“ سے اچانک مذاہب اربعہ کے علماء کا اتفاق کیسے برآمد ہوا؟ ولنعم ما قال الشاعر العربيہ

ألا ان للحرب رجالا

ورجالا لقصة وثريد

اس مفصل تحقیق اور جواب فتویٰ کی تنقیح کے بعد عام مسلمانوں کے فائدے کے لئے اس پوری بحث کا خلاصہ پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

(۱) سوال کے چھ روزے چونکہ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ سے صحیح نقول کے مطابق مکروہ منقول ہیں اور زمانہ حال میں عوام کا اعتقاد گزشتہ زمانوں کے مقابلے میں زیادہ دین دوری کا ہے اسلئے یہ روزے رکھنا مکروہ اور ناپسندیدہ ہیں۔

(۲) انہیں مستحب سمجھنا متاخرین مشائخ حنفیہ یا دوسرے مذاہب کے لوگوں کا خیال ہے جبکہ مذہب حنفی امام ابو حنیفہؒ کے قول اور اجتہاد کو کہتے ہیں اسلئے امام صاحب کی پیروی ضروری ہے۔

(۳) یہ روزے نہ فرض ہیں اور نہ واجب بلکہ نہ سنت مؤکدہ اور نہ مستحب نہ مندوب اتفاقیہ ہیں اسلئے ان کا ترک مناسب اور اولیٰ ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ حافظ بدر العینی اور احمد قسطلانیؒ تینوں شراح بخاری نے شروح



مٹلاشہ میں تصریح فرمائی ہے کہ اس قسم کے مستحب کے ترک کا ثواب اصلاح اور تبلیغ دین کی وجہ سے زیادہ ہے۔

”قد يترك الشيء المستحب لبيان الجواز ويكون في حقه افضل لمصلحة التبليغ“ (فتح الباری ج ۴ ص ۲۸۰، عمدۃ القاری ج ۶، جزء ۱۱ ص ۱۰۶، ارشاد الساری ج ۳ ص ۴۱۶)

(۴) شوال کا پہلا دن یعنی عید کا دن چھوڑ کر متفرق مہینے کے کسی حصے میں بھی یہ روزے رکھنا گونا گونا گونے حنفیہ کے قول کے مطابق مباح اور بہت حسنة مستحب ہو سکتے تھے مگر احادیث کے قرن اول میں متروک و منکر ہونے کی وجہ سے اور آئمہ کبار کے انکار اور اقوال مشائخ کے اضطراب کے نتیجہ میں اس کا ترک زیادہ بہتر اور باعث ثواب ہے۔

حق تعالیٰ شانہ علماء دین کو احقاق حق اور ابطال باطل کی توفیق عطاء فرمائے۔ اور عوام کے ہاں میں ہاں ملانے کی عادت سے حق تعالیٰ شانہ حفاظت فرمائے۔

واللہ يقول الحق وهو يهدي السبيل.

☆☆☆.....

جامعہ عربیہ احسن العلوم کے شعبہ نشر و تاسعت (پرنٹ میڈیا) سے شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب برکاتہم کی حسب ذیل تصانیف دستیاب ہیں۔

• بدعتیوں کے درود کی شرعی حیثیت۔

• پیغام مسرت۔

• احسن العطر فی تحقیق الرکعتین بعد الوتر۔

• احسن المقال فی روصیام ستہ شوال۔

• احسن المسائل والفضائل (رمضان شریف کے احکامات)

• علاوہ ازیں دیگر کتب حسب ذیل ہیں۔

• تفسیر حسن بصری

• علماء حق پر علمائے سو کا بہتان عظیم

• دعوت فکر و نظر

• احسن التحقیقات

• فسوق جماعت المسلمین تحقیق کے آئینے میں

• صرف سفید عمامہ سنت ہے۔

• غلامان انگریز

• النہر افاق بہ سال سخایاب ہونیکے بعد منصفہ شہود پر آرہی ہے (زیر طبع)

• رضا خانی مذہب

• مبتدعین کے بارے میں دو بڑے فتویٰ

• شیعہ مذہب کے چالیس مسائل۔





وَأَحْسَنُ كَلِمَاتِ اللَّهِ إِلَهَاتِ (الاسماء)

جامعہ عربیہ احسن العوم کے شعبہ نشر و اشاعت (الیکٹرونکس میڈیا) سے

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب مدظلہ العالی

کی حسب ذیل تقاریر دستیاب ہیں۔

دورہ تفسیر کے مکمل کیسٹس

جمعتہ المبارک کی تقاریر کے کیسٹس

جمعتہ المبارک کے بعد فقہی مجلس میں سوالات و جوابات کی نشست کی کیسٹس

۲۰۰ گھنٹے کے دورہ تفسیر کے بیانات صرف دو CD میں دستیاب ہیں۔

کمپیوٹر CD، 3-M.P.

# اس کتاب کی چند اہم ترین مباحث

- |                            |                                     |
|----------------------------|-------------------------------------|
| ☆ احسن المقال لکھنے کی وجہ | ☆ تقاریف علمائے کرام                |
| ☆ مقدمہ و مؤلف             | ☆ امام اعظم کے قول کی تشریح و تائید |
| ☆ احادیث سے شوال           | ☆ امام مالک کی مؤطا کا بیان         |
| ☆ سند اور متن پر کلام      | ☆ مخالف تحریرات کا جائزہ            |
| ☆ فقہاء حنفیہ              | ☆ معتبرات فتاویٰ                    |
- 
- 



وَأَحْسِنَ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ (الایہ)

گلشن اقبال بلاک نمبر ۲ کراچی پوسٹ بکس نمبر ۱۷۶۵۶